جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے ۱۹۱۳ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۶۱ | مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۲۴ء پنجشنبہ | مطابق جمادی الاول ۱۳۴۳ھ | جلد ۱۲

قادیان میں مسرت و شادمانی کا مبارک ہفتہ

اہلِ قادیان کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح اور حضور کے رفقاءِ سفر کی دعوتیں

حضرت خلیفۃ المسیح کی اردو، انگریزی، عربی میں تقریریں

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت سفر سے واپسی پر مسلسل کئی دنوں تک ایک ایک دن میں کئی بار تقریریں کرنے۔ خدام سے ملاقاتیں کرنے اور دیگر امور کی طرف فوری توجہ فرمانے کی وجہ سے مضمحل ہو گئی ہے۔ نزلہ اور کھانسی کی بھی شکایت ہے۔ احباب حضور کی صحت کے لئے دعا فرماویں (۲) حرم ثانی خلیفۃ المسیح کی طبیعت پہلے کی نسبت اچھی ہے۔ خداتعالیٰ کامل صحت بخشے۔ (۳) قادیان پریس کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی آمد کے مختصر حالات پر مشتمل ایک تار ولایت اور ہندوستان کے اخبارات کو بھیجا گیا ہے۔ جس میں ولایت کے پریس کا شکریہ بھی ادا کیا گیا ہے کہ اس نے حضرت خلیفۃ المسیح کے سفر کے موقعہ پر بہت امداد کی (۴) جناب مفتی محمد صادق صاحب جو بمبئی میں بعض ضروری امور سر انجام دینے کے لئے ٹھہر گئے تھے۔ تشریف لے آئے ہیں (۵) بلوہ غیر احمدیاں کے مقدمہ کی تاریخ ۱۵ دسمبر مقرر ہوئی ہے۔ (۶) طاعون کے متعلق کسی قدر شکایت پائی جاتی ہے۔ جس کے انسداد کے لئے حسب الارشاد حضرت خلیفۃ المسیح ڈاکٹر صاحبان غیر احمدیوں اور ہندوؤں کو بھی ضروری ہدایات دے رہے ہیں۔ اور غرباء میں مکانات کی صفائی کے لئے مفت دوائی تقسیم کی جا رہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی قادیان میں تشریف آوری کا پہلا ہفتہ نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ گذرا۔ ۲۶ نومبر کی دوپہر تک کی مختصر اطلاع گذشتہ پرچہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اب اس کے بعد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۶ نومبر ۱۹۲۴ء

عصر کے وقت اولڈ بوائز تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی، حضور کے رفقاءِ سفر اور دیگر معزز اصحاب کو حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے باغ میں گارڈن پارٹی دی گئی۔ انتظام نہایت اعلیٰ اور قابلِ تعریف تھا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد خان گل محمد خان صاحب بی اے نے انگریزی میں ایڈریس پڑھا جس کے متعلق حضور نے قریباً ایک گھنٹہ نہایت روانی کے ساتھ انگریزی میں تقریر فرمائی۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ حضور نے دارالامان میں انگریزی تقریر کی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضور جب سفر یورپ کے لئے روانہ ہوئے۔ تو اخبار پیغام صلح نے ایک اعتراض یہ کیا تھا۔ کہ آپ نہ انگریزی بول

سکتے ہیں۔ نہ لکھ سکتے ہیں۔ پھر وہاں جا کر کیا کرینگے۔ لیکن ان لوگوں کو کیا معلوم تھا۔ کہ خدا تعالیٰ حضور کے ذریعہ کیا کیا نشانات ظاہر کرتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر پیشگوئیوں کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس سفر میں کئی ایک پیشگوئیوں کو حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھ سے پورا کرانے کے علاوہ ایک بہت بڑا نشان یہ بھی دکھایا ہے۔ کہ حضرت نے انگریزی زبان میں حیرت انگیز اور معجزانہ طریق سے ترقی کی ہے۔ اور اس طرح اس پیشگوئی کے مصداق ثابت ہوتے ہیں۔ جو حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور کی پیدائش سے بھی پہلے اپنے ایک بیٹے کے متعلق شائع کی تھی۔ جس کا ایک نشان یہ بیان فرمایا تھا کہ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا۔ "وہ جلد جلد بڑھے گا" (اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

کاش! ہمارے غیر مبائع دوست اس نشان کو پورا ہوتا دیکھ کر فائدہ اٹھائیں۔

چونکہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ اس لئے حضور نے انگریزی تقریر ختم فرمائی۔ ورنہ اس سے بھی لمبی تقریر فرماتے۔

مغرب کے بعد ہائی سکول کے بورڈنگ میں صیغہ جات صدر انجمن اور نظارت کے کلرکوں کی طرف سے دعوت دی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح مسجد نور میں نماز پڑھا کر تشریف لائے۔ دعوت عمدہ تھی۔ کھانے کے بعد تلاوت قرآن کریم اور نظم پڑھی گئی۔ اور پھر ان کلرکوں کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے حضور ایڈریس پیش ہوا۔ جس پر حضور نے لمبی تقریر فرمائی۔

۲۷ر نومبر ۱۹۲۴ء

صبح کو نو مسلمان قادیان کی طرف سے بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی کے مکان پر دعوت چاء دی گئی۔ جو بہت اچھی تھی۔ تلاوت اور نظم کے بعد مہاشہ محمد عمر صاحب نے ہندی میں ایڈریس پڑھا جس میں اور باتوں کے علاوہ اہل ہنود میں تبلیغ اسلام کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔ حضور نے اس کے جواب میں تقریر فرمائی۔ اور تبلیغ کے اس پہلو پر بھی توجہ فرمانے کا وعدہ کیا۔

اس دن دوپہر کے وقت حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی، حضور کے رفقاء سفر اور بہت سے دیگر اصحاب کی اپنی کوٹھی پر نہایت تکلف دعوت کی۔ پھر ۴ بجے دین کے لئے زندگی وقف کرنے والے نوجوانوں نے ٹی پارٹی دی۔ اور ایڈریس پیش کیا۔ حضور نے اس کے جواب میں تقریر فرمائی۔ شام کو ساکنان محلہ دار الرحمت کی طرف سے دعوت ہوئی۔ چراغاں کیا گیا۔ کھانے کے بعد اہل محلہ کی طرف سے ایڈریس پیش ہوا۔ جس کے جواب میں حضور نے تقریر کی۔

۲۸ر نومبر ۱۹۲۴ء

صبح کو قادیان پریس کی طرف سے ٹی پارٹی دی گئی۔ اور ایڈریس پیش ہوا۔ جس کے متعلق حضور نے نہایت مفصل تقریر فرمائی۔ دوپہر کے وقت جناب میاں عبد اللہ خان صاحب خلف حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی طرف سے نہایت اعلیٰ درجہ کی دعوت دی گئی۔ دعوت کے بعد حضور نماز جمعہ کیلئے مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے۔ اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

شام کو دوکانداران قادیان کی طرف سے دعوت دی گئی۔ اور ایڈریس پنجابی نظم میں پیش کیا گیا۔ اس کے جواب میں حضور نے اردو میں تقریر فرمائی۔

۲۹ر نومبر ۱۹۲۴ء

صبح کو مدرسہ احمدیہ کے محصلین یعنی اولڈ بوائز نے ٹی پارٹی دی۔ اور عربی میں ایڈریس پیش کیا۔ جس کے جواب میں حضور نے عربی میں تقریر فرمائی۔ اور اسی روانی کے ساتھ فرمائی جس سے انگریزی تقریر فرما چکے تھے۔

دوپہر کو ساکنان محلہ دار الفضل نے دعوت دی۔ تلاوت اور نظم کے بعد ایڈریس پیش کیا۔ اور حضور نے تقریر فرمائی۔

۴ بجے سماٹرا کے طلباء نے ٹی پارٹی دی۔ تلاوت اور عربی نظم کے بعد عربی میں نہایت مخلصانہ ایڈریس پڑھا اور حضور نے عربی میں جواب دیا۔

رات کو جناب مفتی محمد صادق صاحب نے بہت مکلف دعوت دی۔ کھانا نہایت سلیقہ سے انگریزی طریق سے کھلایا گیا۔ کھانے کے بعد جناب مفتی صاحب نے نہایت مخلصانہ تقریر کی۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے تقریر فرمائی دعا کے بعد جلسہ دعوت برخاست ہوا۔

ان ایام میں جن مخلصانہ جذبات کا اظہار اہل قادیان نے اپنے پیارے امام کے حضور کیا۔ اور حضور کی بخیر و عافیت اور کامیاب و بامراد واپسی پر جس مومنانہ خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ وہ اپنی نظیر آپ ہی تھی۔ روزانہ تین تین بلکہ چار چار دعوتیں ہوتی رہیں۔ اور ہر موقعہ پر خدام کے جذبات میں نیا جوش اور نیا ولولہ نظر آتا تھا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ہر موقعہ پر نئے معارف اور نئے حقائق بیان کرنے کے علاوہ ایڈریس پیش کرنے والوں کی نوعیت کے لحاظ سے انہیں نہایت مفید نصائح بھی فرماتے رہے۔ دعوتوں کا یہ سلسلہ اور بھی طویل ہوتا۔ اگر اس کے لئے پہلے سے ہی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ پانچ دن مقرر نہ فرما دیتے۔ کیونکہ کئی ایک درخواستوں کو منظور نہ کیا جا سکا۔

غرض یہ ہفتہ ہر رنگ میں نہایت مسرت اور شادمانی کا ہفتہ تھا۔ خدا تعالیٰ ایسے خوشی اور مسرت کے ایام ہم پر ہمیشہ لائے اور اپنے فضلوں کا سایہ ہم پر رکھے۔

طاعون کے حفظ ماتقدم کے متعلق ضروری ہدایات

گھروں کی صفائی

(۱) تمام گھر کا اسباب نکالکر پہلے صحن میں رکھ دیا جائے۔ چھتوں کے جالے اور دیواروں کی صفائی کرنے کے بعد مکان کے فرش کو جھاڑو سے خوب صاف کیا جائے۔ خصوصاً باورچی خانوں اور غلہ وغیرہ رکھنے کی جگہ کو۔

(۲) چوہوں کے سوراخوں میں روڑے ڈالکر بند کر دیا جاوے اور اچھی طرح بند کر دیا جائے۔

(۳) تمام اسباب میں سے جو ناکارہ اور ردی میلا ہو۔ اسکو جلا دیا جائے۔

(۴) بستروں اور کپڑوں کو صحن میں اچھی طرح دوپہر کی تیز دھوپ دی جائے۔ اور روزانہ اسپر عمل کیا جائے۔

(۵) گھر کے صندوق۔ ٹرنک اور اسباب وغیرہ ڈبل اینٹیں رکھ کر اس طرح لگا دیئے جائیں۔ کہ ہر روز ان کے نیچے سے جھاڑو پھیری جا سکے۔ اور صفائی ہو سکے۔

(۶) دن کو تمام دروازے اور روشندان مکان کے کھلے رہیں۔

(۷) گھر کی نالیوں اور پاخانوں کی صفائی کا خصوصاً خیال رکھا جائے۔

(۸) رہائش و سونے کے کمروں میں کسی قسم کا کچا یا پکا کھانے پینے کا سامان نہ رکھا جائے۔ جس سے چوہوں کو آنے کا موقع ملے۔

(۹) اگر کی بتیاں۔ لوبان اور دھوپ وغیرہ کی دھونی روزانہ دینا بہتر ہے۔

(۱۰) صاحب وسعت لوگ مکان میں سفیدی کرالیں۔ اور فرشوں اور نالیوں میں فنائل کا چھڑکاؤ کرتے رہیں۔

ذاتی صفائی

(۱) ننگے پاؤں خود اور بیوی بچوں کو ہرگز نہ چلنے پھرنے دیں۔ اور نہ بیٹھنے دیں۔ حتی الوسع جرابوں کو ہر وقت پہنے رہیں۔

(۲) جو شخص مکانوں وغیرہ کی صفائی کرنے لگے اُسے چاہیئے کہ پہلے اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر تیل مل لیا کرے۔ اور صفائی کے بعد اچھی طرح ہاتھ پاؤں صابن سے دھو لئے جائیں۔

(۳) جسم اور کپڑوں کو خوب صاف رکھا جائے۔

ناظر امور عامہ۔ قادیان دار الامان

الفضل (بسم اللہ الرحمن الرحیم)
یوم پنجشنبہ - قادیان دارالامان - مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۲۴ سنہ ۶

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی سفر یورپ سے واپسی پر

قادیان میں پہلی تقریر اہل قادیان کے سپاس نامہ کے جواب میں

سفر میں خدا تعالیٰ کی بے نظیر تائیدات

۲۴ نومبر کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے دارالامان میں رونق افروز ہونے پر اہل قادیان کی طرف سے عصر کی نماز کے بعد مسجد اقصیٰ میں جو سپاس نامہ مولانا مولوی شیر علی صاحب نے پیش کیا اور جو ۲۵ نومبر کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے اسے سننے کے بعد حضور نے حسب ذیل تقریر فرمائی - (ایڈیٹر)

جو مضمون ابھی ابھی مولوی شیر علی صاحب نے اہالیان قادیان جماعت احمدیہ کی طرف سے پڑھ کر سُنایا ہے - میں اس کے جواب میں سب احباب کو جزاکم اللہ احسن الجزا - اپنی طرف سے اور اپنے ہمراہیان سفر کی طرف سے کہتا ہوں - اللہ تعالیٰ میرے ان الفاظ کو قبول فرما کر حقیقی طور پر آپ لوگوں کو نیک جزا دے -

اس سفر کے متعلق جو باتیں بیان کی گئی ہیں - میرے نزدیک ان میں سے

ایک نہایت ہی اہم بات،

جو ہمیں معلوم ہوئی ہے - وہ یہ ہے کہ ہم خود اپنے نفوس کو اس طرح نہیں سمجھتے تھے جس طرح اس سفر میں سمجھا - میں ہمیشہ سے یہ سمجھتا تھا - اور اس بات کا میں نے کئی بار اظہار بھی کیا - کہ میں اپنے دل میں جماعت احمدیہ کے متعلق ایسی

محبت اور الفت

پاتا ہوں - کہ میں نہیں مان سکتا - کہ کوئی باپ بھی اپنے بیٹوں سے اس طرح محبت رکھتا ہو - مگر اس سفر میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے میرے دل میں جماعت کی وہ محبت رکھی ہے کہ اسے باپ کی محبت سے نسبت بھی نہیں دی جا سکتی - کیونکہ درحقیقت وہ محبت ظل ہے حضرت مسیح موعود کی محبت کا - اور حضرت مسیح موعود کی محبت ظل ہے خدا تعالیٰ کی محبت کا - اس وجہ سے یہ محبت کا سلسلہ ماں باپ کی محبت سے جداگانہ ہے - وہ عارضی تعلق کی وجہ سے پیدا ہوتا - اور یہ دائمی تعلق کی وجہ سے - اور جو فرق عارضی اور دائمی چیزوں میں ہوتا ہے - وہی فرق خدا تعالیٰ اور ماں باپ کی محبت میں ہے اور جو فرق عارضی اور دائمی چیزوں کے اظلال میں ہوتا ہے وہی فرق انبیاء اور ان کے اظلال اور ماں باپ کی محبت کے اظلال میں ہوتا ہے -

دُنیا میں بہت سی چیزیں

ایسی ہیں - جن کے اندازے نہیں لگائے جا سکتے - مثلاً بہت قیمتی چیز جان سمجھی جاتی ہے - یا بعض کے نزدیک مال ہے یا بعض کے نزدیک عزت - مگر کئی چیزیں ایسی ملینگی - جن پر جان مال اور عزت قربان کر دی جاتی ہے - پھر ان چیزوں کے بھی آگے مدارج ہیں - دس بیس - پچاس - سو چیزیں ایسی ہونگی - جن کے لئے جان قربان کی جائیگی - مگر ان سب کو برابر نہیں کہہ سکتے - بعض ایک درجہ پر ہونگی - بعض دوسرے درجہ پر - بعض تیسرے درجہ پر - حتیٰ کہ بعض میں سینکڑوں - ہزاروں اور لاکھوں گنا فرق ہوگا اسی طرح باوجودیکہ ماں باپ کی محبت کامل ہوتی ہے - لیکن پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ نمونہ یا معیار ہے تمام تعلقات کی محبت کا - یہی وجہ ہے - کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں اپنے اور رسولوں کے متعلق اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کلام میں فرماتے ہیں - کہ اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا - جب تک خدا اور رسول سے ماں باپ سے زیادہ محبت نہ کرے - ادھر قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے - جیسا سلوک تم سے کوئی کرتا ہے ویسا یا اس سے زیادہ اچھا مومن کرے - اور جب یہ

ایک عام مومن کی شان

ہے - تو یہ نہیں کہا جا سکتا - کہ ایک رسول اُمتی سے تو یہ امید رکھے کہ وہ اللہ اور رسول سے ماں باپ سے بڑھ کر محبت کرے - مگر رسول اُمتیوں سے ماں باپ سے کم محبت کرے - رسول کی محبت بدرجہا اولیٰ ماں باپ کی محبت سے بڑھکر ہوگی - اور اس کے یہ معنی ہوئے - کہ ہر رسول اپنے اُمتیوں سے ایسی محبت رکھتا ہے کہ ماں باپ کی محبت انکی محبت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی - ادھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے - کہ بہتر اور بڑھکر بدلا دو - اور ادھر کہتا ہے کہ رسول سے ماں باپ سے زیادہ محبت کرو - پس جب اُمتی کے لئے یہ حکم ہے - تو

رسُول کی محبت کا اندازہ

ہی نہیں ہو سکتا - کیونکہ جب اُمتی سے ماں باپ سے زیادہ رسول سے محبت کرنے کے لئے کہا جاتا ہے - تو رسول کی محبت اس سے بہت ہی زیادہ ہونی چاہیئے - اور یہ اس قدر زیادہ ہے کہ اس کا کوئی معیار ہی نہیں ہے -

یہ راز

مجھ پر اس سفر میں کھلا ہے - اور جس طرح مجھ پر یہ راز کھُلا ہے - اور یہ نکتہ معلوم ہوا ہے - کہ انبیاء اور ان کے اظلال کی محبتیں اور قسم کی ہوتی ہیں - ماں باپ کی محبت جیسی نہیں ہوتیں - اسی طرح

جماعت کے بہت سے افراد

پر یہ حقیقت کھلی ہے - کہ خلیفہ سے جو محبت اور جو تعلق انہیں ہے وہ پہلے معلوم نہ تھا - اس

سفر کے دوران میں سینکڑوں خطوط

مجھے ایسے ملے ہیں - جنہیں لکھا تھا - کہ ہمیں آپ سے بڑی محبت تھی - مگر ہم اس محبت کو ایسا نہیں سمجھتے تھے - جیسا اب معلوم ہوا ہے آپ کے بغیر ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ ہر چیز کھوکھلی ہو گئی ہے پس اس

سفر سے ایک عظیم الشان فائدہ

یہ ہوا ہے کہ ہم نے اپنے قلوب کو بڑھایا ہے - اور اس طرح بڑھایا، جیسا آج تک کبھی نہیں بڑھایا تھا اور اس مطلب سے ہمارے ایمان میں بھی ترقی ہوئی ہے - اور جماعت کے اتحاد میں بھی -

اس میں شبہ نہیں کہ

ہمارے دشمنوں کے لئے

یہ محبت اور اُلفت حیرت اور حسد کا موجب ہوگی - اور ہو رہی ہے - مگر یہ ہمارے بس کی بات نہیں - بعض لوگ جن کی اولاد نہیں ہوتی - جب ماں باپ کو بچہ سے پیار کرتے دیکھتے ہیں تو چڑتے ہیں - اور کہتے ہیں - کون نہیں جانتا - ماں باپ کو بچوں سے محبت ہوتی ہے پھر دوسروں کو دکھانے کی کیا ضرورت ہے - مگر یہ حسد ہوتا ہے جس کی وجہ سے ماں باپ کا بچوں سے پیار انہیں بُرا لگتا ہے - ان کا دل جلتا ہے - اور وہ کہتے ہیں کہ یہ کیا لاڈ ہے - پس کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں - کہ جن کی قسمت میں ہی یہ نہیں ہوتا - کہ ان سے بھی کوئی محبت کرے - یا وہ کسی سے محبت کریں - ان کے دل سخت اور

قلوب محبت سے خالی ہوتے ہیں۔ ان کے اندر کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی۔ جو لوگوں کی کشش کا باعث ہو۔ اور لوگ ان کی طرف جھکیں اور جب وہ کسی کی طرف لوگوں کو جھکتے اور محبت کرتے دیکھتے ہیں تو چڑتے اور جلتے ہیں۔ اس موقع پر بھی ایسے لوگ تلملائیں گے اور جلن سے مجبور ہو کر کہیں گے کہ

یہ تو شرک ہے

حالانکہ شرک خدا تعالیٰ کی محبت میں کسی کو شریک کرنا ہوتا ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے کسی سے محبت کرنا شرک ہے۔ خدا تعالیٰ کی بعض صفات ایسی ہیں۔ جن میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ اور بعض ایسی ہیں۔ جن میں سب انسان شریک ہوتے ہیں۔ مثلاً پانی پلانا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی پانی پلاتا ہے۔ اور بندے بھی۔ اب اگر کوئی شخص کسی سے کہے۔ کہ مجھے پانی پلاؤ۔ اور اسپر دوسرا کہے۔ کہ چونکہ اس نے ایک انسان کو کہا ہے کہ پانی پلاؤ۔ اس لئے یہ شرک ہو گیا ہے۔ تو یہ کہنے والے کو پاگل ہی کہا جائیگا۔ لیکن جسمانی مُردہ کو زندہ کرنا خدا تعالیٰ کی ایسی صفت ہے۔ جس میں کوئی انسان شریک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اگر یہ کہا جائے۔ کہ فلاں انسان

مُردہ کو زندہ

کر سکتا ہے یا اس نے کیا ہے۔ تو یہ شرک ہو گا۔ کیونکہ یہ بات خدا تعالیٰ نے خاص اپنے لئے رکھی ہے۔ اب دیکھو خدا تعالیٰ سے محبت کرنے کا بندوں کو حکم ہے۔ مگر خدا تعالیٰ یہی نہیں کہتا۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہے کہ

خدا کی مخلوق سے بھی محبت کرو

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فخر کرتے ہیں کہ تین چیزیں مجھے سب سے زیادہ پسند ہیں۔ اور ان سے میں محبت کرتا ہوں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔ اُحببت الیّ من دنیاکم ثلاث۔ الطیبُ النساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ ۔ کہ مجھے ایک تو خوشبو کی محبت ہے۔ ایک عورتوں کی اور ایک نماز کی۔ اب اگر غور سے دیکھا جائے تو ان

تین چیزوں کی کامل محبّت

رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں پائی جاتی ہے، اور اسقدر پائی جاتی ہے۔ کہ اس کی نظیر اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں نہیں ملتی۔ طیب سے مراد خوشبو اور صفائی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پہلے کا کوئی مذہب ایسا نہیں۔ جس میں صفائی پر اسقدر زور دیا گیا ہو۔ جس قدر اسلام نے دیا ہے۔ پہلے مذاہب میں یہی کمال سمجھا جاتا تھا۔ کہ انسان میلا اور گندا رہے۔ آج تک کئی پادری ناخن تک نہیں اُترواتے۔ اور جتنی زیادہ غلاظت ان کے ناخنوں میں ہو۔ اتنے ہی زیادہ خدا رسیدہ سمجھے جاتے ہیں وہ سالہا سال تک نہاتے نہیں۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں طیب یعنی صفائی نہایت ضروری ہے۔ اور اس بات کو آپ نے ہی قائم فرمایا۔ اور اس سے محبت کرتے تھے۔ پھر فرماتے ہیں مجھے

عورتوں کی محبت

ہے یہاں نساء کا لفظ ہے۔ ازواج کا نہیں۔ یعنی بیویوں کا ذکر نہیں۔ بلکہ عام عورتوں کا ذکر ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی مذہب نہیں آیا۔ جس نے عورتوں کے حقوق اور فوائد کی اس طرح نگہداشت کی ہو جس طرح میں کرتا ہوں پہلے مذاہب نے عورتوں کے حقوق دبائے ہوئے ہیں۔ کوئی ان سے ہمدردی نہیں کرتا۔ مگر میں ان کے حقوق قائم کروں گا۔ اور میں ان کی ترقی کا بھی اسی طرح خیال رکھوں گا۔ جس طرح مردوں کی ترقی کا۔ پھر فرمایا قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کہ

نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک

رکھی گئی ہے۔ یہ بھی خاص امتیاز ہے۔ جو اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حاصل ہے۔ دنیا میں کوئی قوم نہیں جس میں نماز کی طرح عبادت میں باقاعدگی رکھی گئی ہو۔ پچھلے تمام مذاہب ظاہری حرکات پر زور دیتے رہے یا ان میں عبادت کے اوقات اتنے فاصلہ پر رکھے گئے ہیں۔ کہ روحانیت کمزور ہو جاتی ہے۔ مگر صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ کہ جس کے ماننے والوں کو ایک دن میں پانچ وقت عبادت کے لئے بُلایا جاتا ہے۔ اور کوئی مذہب ایسا نہیں ہے۔ عیسائی اور ہندو ہفتہ میں ایک بار عبادت کے لئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے۔ ان میں سے بعض لوگ رات دن عبادت کرتے ہوں۔ مگر یہ

اجتماعی عبادت

کا ذکر ہے۔ ایک دن میں کئی بار عبادت کرنے کا حکم رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی دیا ہے۔ پھر صلوٰۃ کے معنی دُعا کے بھی ہیں۔ اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا پر زور دیا ہے۔ دوسرے مذاہب کی عبادتوں میں ظاہری باتوں پر زور دیا گیا ہے۔ اور ان کے ذریعہ

عبادت میں لذّت

پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً آریوں اور عیسائیوں میں گانا بجانا ہوتا ہے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مجھے ایسی عبادت عطا ہوئی ہے۔ کہ اسی میں لذت ہے۔ اور ایسی لذت ہے، جس کا کوئی مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔

پس یہ محبت ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی۔ اب کیا رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو عورتوں اور صلوٰۃ سے محبت کرنے کی وجہ سے (نعوذ باللہ) مشرک ہو گئے تھے۔ ہرگز نہیں بات یہ ہے کہ محبت ایسی چیز ہے۔ جو مشترک رکھی گئی ہے۔ اور نہ صرف یہ پسند کیا گیا ہے۔ بلکہ حکم دیا گیا ہے کہ محبت کرو۔ حتیٰ کہ یہ

مومن کے لئے نشان

رکھا گیا ہے۔ کہ جو چیز اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ سب سے محبت کرے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ایک دوسرے کو ہدیہ

دیا کرو۔ تاکہ محبت بڑھے۔ تو محبت کا پیدا کرنا اسلام کی اغراض میں سے ہے۔ اور اس کے متعلق اعتراض حقیقت سے دور ہے۔ ایسا اعتراض کوئی سمجھدار اور تعلیم یافتہ انسان کس طرح کر سکتا ہے اس کا جواب یہی ہے۔ کہ حسد سب کچھ کرا لیتا ہے۔ وہ کچھ اور تو کر ہی نہیں سکتا۔ اس لئے وہ اعتراض کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس سفر میں جو

نشان

دکھائے ہیں۔ ان کی طرف بھی اس مضمون میں اشارہ کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ گو ہمارے دوستوں کو تفصیلی طور پر

حالات سفر

کی اطلاعات ملتی رہی ہیں۔ اور گو بعض دوستوں نے عمدگی سے اطلاعات پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ ان سے غلطیاں بھی ہوئی ہیں۔ اور افسوسناک غلطیاں ہوئی ہیں۔ مگر جو دیکھنے والوں نے نظارہ دیکھا ہے۔ وہ سننے سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ راستہ میں میں احباب کو کہتا تھا تم لوگ تو اپنے آپ کو بادشاہ سمجھ بیٹھے تھے۔ کیونکہ جو تمہارے متعلق کچھ کرتا۔ اس سے مطالبہ کرتے تھے۔ کہ اس نے یوں کیوں نہ کیا۔ یُوں ہونا چاہئے تھا یہ نتیجہ تھا۔ ان کامیابیوں کا جو خدا تعالیٰ نے دیں۔ مجھے ایک شخص نے جو انگلستان کے ایک اخبار سے تعلق رکھتا تھا۔ کہا۔ اور بعض اور نے بھی کہا کہ آپ لوگ اس کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ جو کامیابی آپ لوگوں کو یہاں ہوئی ہے۔ اور جس طریق سے پریس نے آپ کو امداد دی ہے۔ مگر ہمارے دوست جو یہاں اخبارات میں دیکھتے ہیں۔ خیال کرتے ہیں کہ اس سے زیادہ ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ جس طرح ہمارے متعلق اخبارات نے توجہ کی ہے۔ کبھی کسی بادشاہ کے متعلق بھی نہیں کی۔ ہمیں بتایا گیا۔ کہ یہاں کے اخبارات کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کے لئے تین چار دفعہ سے زیادہ ذکر نہیں کرتے۔ اور پھر نہیں پوچھتے۔ کہ کون ہے۔ مگر آپ ۲ ماہ یہاں رہے۔ اور ہر موقعہ پر آپ کے متعلق اخبارات نے مضامین شائع کئے ہیں۔ اور اس طرح آپ کے کام میں مدد دی ہے

باکل غیر معمولی بات

ہے۔ انگلستان کے اخبارات کی جو طاقت ہے۔ اس کا یہاں اندازہ بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ ایک دوکاندار نے بتایا۔ کہ وہ چھوٹے سے اشتہار کا چار لاکھ روپیہ سالانہ دیتے ہیں۔ اور وہاں کے اخبارات میں چار پانچ چھ سات صفحے اشتہارات کے ہوتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ کتنے لاکھ روپیہ ان کو اشتہاروں کا ملتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو کتنا طاقتور سمجھتے ہیں۔ مگر باوجود اسکے ہر موقعہ بڑے بڑے اخباروں کے نامہ نگار اور مضمون نویس آتے اور ایسے رنگ میں مضمون شائع کرتے۔ کہ معلوم ہوتا انہیں ہم سے پوری ہمدردی ہے۔ ہمارے

قیام انگلستان

کے زمانہ کا پہلا حصہ بھی خراب تھا۔ اور پچھلا بھی خراب ہوگیا تھا پہلا تو اس لئے کہ اسوقت انگلستان میں تعطیلات کا موسم تھا۔ اور لوگ باہر گئے ہوئے تھے۔ ایک بڑے آدمی نے بتایا کہ ان دنوں ۶۰ فیصدی لنڈن کی آبادی شہر سے باہر ہے۔ اسوقت شہر میں غربا رہ گئے ہیں۔ ورنہ وزراء پارلیمنٹ کے ممبر اور اُمرا سب صحت افزا مقامات پر چلے گئے ہیں۔ ہم نے بھی دیکھا کہ جس محلہ میں ہم رہتے تھے۔ سوائے ہمارے مکان کے آدھ آدھ میل تک ادھر ادھر کوئی مکان نہ کھلتا تھا۔ دوست کہتے۔ کہ ایک آدمی ہمارے قریب ہی رہتا ہے جسے میں نے پندرہ بیس دن کے بعد دیکھا۔ اور وہ بھی ہماری طرح باہر ہی کا تھا۔ ایسے وقت میں لوگوں کا ہماری طرف توجہ کرنا بالکل غیر معمولی بات تھی۔ اسکے بعد جب لوگ لنڈن میں آنے لگے۔ تو معاً خطرہ پیدا ہوگیا کہ

پارلیمنٹ ٹوٹنے والی ہے

چنانچہ یہی بات ہوئی۔ اور جس طرح ہمارے ملک میں کہتے ہیں کہ کٹائی کے دنوں میں زمینداروں کو کسی رشتہ دار کا جنازہ پڑھنے کی بھی فرصت نہیں ہوتی یہی حال وہاں الیکشن یا اسوقت جب پارلیمنٹ ٹوٹنے والی ہو۔ ہوتا ہے۔ اسوقت اگر کسی کی ماں بھی مرجائے۔ تو توجہ نہیں کرتے۔ ایک ایک دن میں بیس بیس پچیس پچیس تقریریں کرتے ہیں۔ اگرچہ تقریر دس بارہ منٹ کی ہوتی ہے۔ موٹر پر بیٹھ کر دوڑے پھرتے ہیں۔ اور جابجا تقریریں کرتے ہیں۔ ایسے وقت میں یہ ان کی حالت ہوتی ہے۔ مگر ایسے ایام میں بھی جب ہمارے آدمیوں نے بڑے بڑے آدمیوں سے ملنا چاہا۔ تو باوجود اسکے کہ وزارت سخت خطرہ میں تھی۔ انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ اور ایک بہت بڑے لارڈ نے جو بہت با اثر ہیں۔ ہمارے ایک ساتھی کو چٹھی لکھی۔ کہ ان سے گفتگو کرے۔ اسی طرح دوسری سیاسی پارٹیوں نے ہم سے ملنے کی خواہش کی۔ حتیٰ کہ وزیر اعظم نے بھی لکھا۔ گو پارلیمنٹ کے ٹوٹنے کی وجہ سے اسے وقت نہ مل سکا۔ غرض یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہاں جو یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ انگریز ہندوستانیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہاں پر معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے سوا وہ کسی کی عزت ہی نہیں کرتے۔ ہماری طرف ان

لوگوں کے متوجہ ہونے کی مثال

یہاں کے حالات کے رُو سے اس قسم کی مثال ہوسکتی ہے کہ کسی جگہ کشتیوں کا اکھاڑہ لگا ہو۔ جہاں دیہاتوں کے جاٹ اور سکھ گئے ہوئے ہوں۔ شراب کی بوتلیں لنڈھائے ہوں پاس مجمع کے پاس وعظ ہو رہا ہو۔ اور لوگ کھیل کو چھوڑ کر اور بوتلیں توڑ کر ادھر آجائیں۔ یہ مثال کسی قدر اس حالت کے مشابہ ہوسکتی ہے جو ہمارے متعلق لنڈن میں ہوئی۔ جس قسم کی یہ

عجیب حالت

خیال کی جاسکتی ہے وہی اسوقت تھی۔ جب وہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہوتے تھے

اسی طرح جہاز جہاں سے ہم گذرے۔ عجیب حالت پیدا ہوجاتی بڑے بڑے ملکوں میں طویل عرصہ میں بھی نام پہنچانا مشکل ہوتا ہے۔ مگر ہماری شہرت بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ہوجاتی۔

اٹلی میں

ہم تین دن ٹھہرے۔ وہاں کا سب سے بڑا اخبار جس کی آٹھ لاکھ اشاعت ہے۔ اور دس مختلف شہروں سے نکلتا ہے۔ اس کے ایڈیٹر کو جب ہمارے آدمی ملنے کے لئے گئے تو اس نے کہا کہ سب سے پہلے مجھے ملاقات کا موقع دیا جائے۔ خواہ رات کو ہی دیا جائے۔ چنانچہ وہ وقت مقرر ۱۱ کے ۱۱ بجے رات کے آیا۔ اور ساڑھے بارہ بجے تک گفتگو کر کے گیا ور صبح ہی اس نے بہت زوردار مضمون لکھا۔ اٹلی میں میں نے

پوپ سے ملنا

چاہا تھا۔ مگر جب انگریزی قائم مقام کے ذریعہ پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ چونکہ میرا مکان زیر مرمت رہا ہے۔ اس لئے ان دنوں ملاقاتیں بند ہیں۔ اخبار مذکور کے ایڈیٹر نے پوچھا۔ کیا آپ پوپ سے ملیں گے جب میں نے اسے پوپ کا جواب بتایا۔ تو اس نے کہا۔ آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ اسلئے کہ چونکہ وہ معزز آدمی ہے اس لئے ہم اس کے سامنے تحفہ پیش کر کے اس کا احترام کرتے۔ اس نے پوچھا۔ کیا تحفہ؟ میں نے کہا ہمارے نزدیک سب سے بڑا تحفہ اسلام ہے۔ وہی پیش کرتے۔ اس نے اپنے مضمون میں اس کا بھی ذکر کیا اور لکھا عجیب ہے۔ ایک سردار آتا ہے اور پوپ سے ملنا چاہتا ہے۔ مگر پوپ کہتا ہے۔ چونکہ مکان کی مرمت ہو رہی ہے۔ اس لئے مل نہیں سکتا۔ اب ہمیشہ ہی اس کا مکان زیر مرمت رہے گا۔

288

یہ کتنا طاقتور فقرہ ہے۔ جو ایک عیسائی اخبار اور اس قدر بارسوخ اخبار پوپ کے متعلق لکھتا ہے۔ گویا وہ ایک طرح سے بد دعا کرتا ہے۔ کہ پوپ کا مکان کبھی بھی مکمل نہ ہوگا۔ بلکہ زیر مرمت ہی رہے گا۔ اسی طرح آتی دفعہ سٹیشن سے ایک اخبار کو ٹیلیفون کیا۔ جواب آیا۔ ابھی وقت مقرر کریں ہمارا نامہ نگار آتا ہے۔ چنانچہ وہ آیا اور ایک گھنٹہ تک گفتگو کی۔ اور حالات قلم بند کر کے لے گیا۔

پیرس میں

اس سے بھی عجیب حالت ہوئی۔ ایک بڑا زبردست اخبار تھا جس کا ایڈیٹر دو دفعہ ملا۔ اور کئی ایڈیٹروں کو موقعہ نہ دیا جاسکا کیونکہ وقت نہ تھا۔ انہیں صرف خبر ملنے کی دیر ہوتی تھی۔ کہ انہیں خود ملاقات کی تڑپ پیدا ہوجاتی۔ پیرس میں ایک کپتان ہوٹل میں آیا۔ اور پوچھنے لگا کہ خلافت وفد کونسا ہے۔ عرفانی صاحب نے اُسے بتایا کہ خلافت وفد تو کوئی نہیں۔ میں نے کہا۔ اگر آپ کی مراد کسی ایسے وفد سے ہے۔ جو ترکوں کی خلافت سے تعلق رکھتا ہو۔ تو وہ کوئی نہیں۔ اور اگر اس سے کوئی اور خلیفہ اور اس کا وفد مراد ہے۔ تو میں ہوں۔ کہنے لگا۔ اسی سے ملنا ہے۔ اور حالات دریافت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ دیر تک پوچھتا رہا۔ پردہ اور تعدد ازدواج اور دیگر ان مسائل کے متعلق جن پر یورپ میں اعتراض کئے جاتے ہیں۔ دلائل سُنکر اُچھل پڑتا۔ اور کہتا۔ یہی تعلیم ہے جو دنیا کو درحقیقت پاک کرسکتی ہے۔

میرا جس وقت یورپ کو جانے کا فیصلہ ہوا۔ تو مجھے وہ خواب یاد آیا۔ جس میں میں نے اپنے آپ کو

ولیم دی کنکرر

دیکھا تھا۔ دوران سفر میں خطرہ تھا کہ کسی شامت اعمال کی وجہ سے لنڈن پہنچنا ناممکن نہ ہو جائے۔ دمشق میں جب میں سخت بیمار ہوگیا تو یہی خطرہ تھا۔ لیکن جب میں نے

انگلستان کے ساحل پر قدم

رکھا۔ تو سمجھ گیا۔ کہ اب خدا کے فضل سے یہ فتح ہوگیا۔ چنانچہ میں نے اسی وقت مضمون لکھا۔ جو "الفضل" میں شائع ہوگیا۔ اس میں میں نے لکھ دیا تھا کہ انگلستان کی روحانی فتح شروع ہوگئی ہے۔ یہ میں نے پہنچتے وقت ہی لکھا تھا۔ کامیابیاں بعد میں شروع ہوئیں۔ جب میں انگلستان پہنچ گیا تو اسوقت نہ پہنچنے کا ڈر نہ تھا۔ اور خواب کے پورے ہونے کے آثار ایسے نظر آرہے تھے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس قدر کامیابی دی کہ اب مخالفین بھی ہماری کامیابی کو اپنی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ چنانچہ مجھے راستہ میں ہی خط ملا۔ کہ

کانفرنس مذاہب میں جو کامیابی خدا نے ہمیں دی ۔ اسے خواجہ کمال الدین صاحب اپنی طرف منسوب کر رہے ہیں ۔ بعض کو ان کی یہ بات بری معلوم ہوئی ۔ مگر حافظ روشن علی صاحب کا یہ فقرہ مجھے بہت پسند آیا ۔ کہ کیا ہؤا ؟ شیر کا مارا گیدڑ کھایا ہی کرتے ہیں ۔ ہمیں سب سے پہلی عجیب کامیابی

مصر میں

حاصل ہوئی ۔ میرا خیال تھا کہ یہ اسلامی ملک ہے ۔ سرسری نظر سے اس کو بھی دیکھتا جاؤں ۔ وہاں پہنچتے ہی لوگوں کی ہماری طرف ایسی توجہ ہوئی ۔ کہ خلافت کی دو نو پارٹیاں آئیں ۔ ایک پارٹی کے آدمی کہیں ۔ کہ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ ۔ اور دوسری کے کہیں ہمارے ساتھ ۔ ان کو ہماری مخالفت یاد نہ رہی ۔ اس سے ہم کو یہ اندازہ لگانے کا موقع مل گیا کہ ایسے ذرائع بھی ہیں کہ ان ملکوں میں انسان پہنچ سکتا ہے ۔ وہاں کے لوگوں نے ہمیں بہت ڈرایا کہ یہاں تمہیں کامیابی نہیں ہو سکتی ۔ ایک اخبار کے ایڈیٹر کو دوست ملنے گئے وہ چودہری فتح محمدؐ صاحب سے کہنے لگا ۔ یہ ہندوستان نہیں ہے کہ تم لوگ کامیابی حاصل کر لو ۔ اب ہم تیرہ ۱۳ سو سال کے پرانے اسلام کی طرف واپس جانا نہیں چاہتے ۔ جس سے بڑی مشکل سے آزادی حاصل کی ہے ۔ آپ مصر سے ہاتھ دھو بیٹھیں ۔ یہاں کوئی آپ کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ۔ چودہری صاحب نے کہا ۔ ہم ضرور کامیاب ہونگے ۔ اور کوئی تکلیف اور روک ہمیں حراساں نہیں کر سکتی ۔ اسپر اس نے کہا ۔ اگر یہ ارادے ہیں ۔ تو ضرور کامیابی ہوگی ۔ وہاں دو ہی دن میں معلوم ہو گیا کہ قلوب میں ایک تحریک ہے ۔ اور دو معززاور باثر آدمیوں نے کہا کہ اگر آپ ٹھہریں تو بیعت کریں ۔ ایک تو ترک تھا ۔ جس نے کہا کہ میں یہاں دین کے لئے آیا تھا ۔ مگر معلوم ہؤا کہ یہ لوگ دین کو چھوڑ چکے ہیں ۔ میں آپ کے ساتھ ملکر کام کرنا چاہتا ہوں ۔

فلسطین میں

بھی خدا نے عجیب سامان پیدا کئے ۔ ہم سٹیشن پر اُترے ۔ تو ایک شخص آیا ۔ اور کہنے لگا کہ آپ نواب صاحب ہیں ۔ میں نے کہا نہیں وہ کسٹم کا افسر تھا ۔ وہاں لے گیا پھر اس نے پوچھا ۔ کہ آپ نواب صاحب ہیں ۔ ہم نے کہا کہ ہم نواب نہیں ہیں ۔ اس نے کہا کہ ہمارے پاس گورنمنٹ کی طرف سے چٹھی آئی ہوئی ہے ۔ ہم بار بار انکار کرتے اور وہ کہتا کہ کچھ نہ پوچھو ۔ نواب صاحب ہی ہیں ۔ اس طرح ہم کسٹم کی تکلیف سے بچ گئے ۔ اور جاکر گاڑی میں بیٹھ گئے ۔ آخر معلوم ہؤا کہ محمد اسمٰعیل صاحب بنگال کے ایک شخص تھے ۔ ان کے لڑکے نے خط لکھا تھا ۔ وہ تو رہ گئے ۔ اور اس تاریخ ہم پہنچ گئے ۔ اور اس طرح تکلیف سے بچ گئے ۔ باوجود نواب ہونے سے انکار کرنے کے اس افسر نے ان کا نام بھی بتایا ۔ اور کہا کیا آپ کا نام محمد اسمٰعیل ہے ۔ میں نے کہا نہیں ۔ میرا نام تو محمود احمد ہے کہنے لگا ۔ مجھے بھول گیا ہوگا ۔ بڑے افسر کے پاس چلیں ۔ وہاں گئے ۔ تو اسنے بھی ہماری بات نہ مانی ۔ پھر

بیت المقدس میں

جاتے ہی اس قسم کے سامان پیدا ہو گئے ۔ کہ ملکی کونسل کے پریزیڈنٹ نے چائے پر بلایا ۔ اور اس موقع پر اس نے کچھ ہوشیار ممبروں کو بھی بلایا ہؤا تھا ۔ اس طرح اعلیٰ لوگوں سے ملاقات اور تبلیغ کا موقع مل گیا ۔ پھر گورنر سے ایک دن ملاقات ہوئی ۔ اس نے دعوت کی ۔ اور بہت دلچسپی کا اظہار کیا ۔ اور اس نے اپنے ایک دوست کو چٹھی لکھی ۔ کہ بہت اعلیٰ دماغ کے انسان ہیں ۔ ان سے ملکر فائدہ اُٹھاؤ ۔ ان لوگوں میں دستور ہے کہ عورت گھر کی مالک سمجھی جاتی ہے ۔ اور مجلس میں اعلیٰ جگہ پر بیٹھتی ہے مگر اس نے خلاف عادت اس خیال سے کہ ہم نے کہلا بھیجا تھا کہ ہم عورتوں سے مصافحہ نہیں کرینگے ۔ دوسری طرف عورت کو بٹھایا ۔ اس کے سکرٹری نے کہا بھی کہ ادھر بیٹھئے ۔ مگر گورنر نے کہا ۔ نہیں ادھر جگہ ہے ۔ اور اس طرف بٹھایا ۔ اس نے ہمارا بہت ہی ادب و احترام کیا ۔ اور کہا کہ میں اور زحیفہ کو فون کروں گا ۔ کہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو ۔ ان کے متعلق بہائیوں نے کہا ہے ۔ کہ ہم کسی مرزا بدیع سے مدد مانگنے گئے تھے ۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے ۔ گورنر نے بہائیوں کی بہت مدد کی ۔ جو پیچھے رہ گئے تھے ۔ اسی طرح جب ہم

دمشق میں

گئے ۔ تو اول تو ٹھہرنے کی جگہ ہی نہ ملتی تھی ۔ مشکل سے انتظام ہؤا ۔ مگر دو دن تک کسی نے کوئی توجہ نہ کی ۔ میں بہت گھبرایا اور دُعا کی ۔ کہ اے اللہ پیشگوئی جو دمشق کے متعلق ہے ۔ کس طرح پوری ہوگی ۔ اس کا یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا ہم ہاتھ لگا کر واپس چلے جائیں ۔ تو اپنے فضل سے کامیابی عطر ما ۔ جب میں دعا کر کے سویا ۔ تو رات کو یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہو گئے عبدٌ مُّکرمٌ ۔ یعنی ہمارا بندہ جس کو عزت دی گئی ۔ اس سے میں نے سمجھا ۔ کہ تبلیغ کا سلسلہ یہاں کھلنے والا ہے ۔ چنانچہ دوسرے ہی دن جب اُٹھے ۔ تو لوگ آنے لگے ۔ یہاں تک کہ صبح سے رات کے بارہ بجے تک دو سو سے بارہ سو تک لوگ ہوٹل کے سامنے کھڑے رہتے ۔ اس سے ہوٹل والا ڈر گیا کہ فساد نہ ہو جائے ۔ پولیس بھی آ گئی ۔ اور پولیس افسر کہنے لگا فساد کا خطرہ ہے ۔ میں نے یہ دکھانے کے لئے کہ لوگ فساد کی نیت سے نہیں آئے ۔ مجمع کے سامنے کھڑا ہو گیا چند ایک نے گالیاں بھی دیں ۔ لیکن اکثر نہایت محبت کا اظہار کرتے ۔ ورھذا ابن المہدی کہتے اور سلام کرتے ۔ مگر باوجود اسکے پولیس والوں نے کہا کہ اندر بیٹھیں ۔ ہماری ذمہ واری ہے ۔ اور اس طرح ہمیں اندر بند کر دیا گیا ۔ اسپر ہم نے برٹش قنصل کو فون کیا ۔ اور اس نے انتظام کیا ۔ گورنر نے اپنے بھائی کو بھیجا ۔ جس نے مجمع کو دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ فسادی نہیں ملنے کے شوق سے آئے ہیں ۔ میں نے کہا کہ ہمیں ان کی طرف سے تکلیف نہیں ۔ بلکہ پولیس کی طرف سے ہے ۔ جس نے بند کر دیا ہے ۔ اسپر ایسا انتظام کر دیا گیا کہ لوگ اجازت لیکر اندر آتے رہے ۔ اور عجیب حالت تھی ۔ ایک بڈھا بہت بڑا رئیس آیا ۔ اور کہنے لگا کہ آج مجھے پتہ لگا ہے کہ آپ آئے ہیں آپ مجھے سمجھائیں ۔ میں نے اُسے ہنستے ہوئے کہا کہ آپ لوگ جگہ تو دیتے نہیں ۔ رہیں کہاں ۔ کہنے لگا ۔ ابھی میں آپ کی رہائش کا انتظام کرتا ہوں ۔ ایک اور نے رقعہ لکھا کہ میں صبح سے ملاقات کے لئے بیٹھا ہوں ۔ مگر مجھے موقعہ نہیں ملا ۔ اب یہ رقعہ لکھتا ہوں ۔ کہ میں حضرت مسیح موعود پر ایمان لایا ۔ آپ مجھے جہاں تبلیغ کے لئے بھیجیں ۔ جانے کے لئے تیار ہوں ۔ میں عربی ۔ ترکی اور فارسی جانتا ہوں ۔ بیس سال تک پڑھاتا رہا ہوں ۔ ایران ۔ ترکی ۔ عرب جہاں کہیں ۔ تبلیغ کے لئے جانے کو تیار ہوں ۔ اب میری آخری عمر ہے ۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ خدا کے لئے کام کروں ۔

غرض عجیب رنگ تھا ۔

حضرت مسیح کے وقت کا نظارہ

کالجوں کے لڑکے اور پروفیسر آتے ۔ کاپیاں ساتھ لاتے ۔ اور جو میں بولتا لکھتے جاتے ۔ اگر کوئی لفظ رہ جاتا تو کہتے یا اُستاذ ذرا ٹھہریئے ۔ یہ لفظ رہ گیا ہے ۔ گویا انجیل کا وہ نظارہ تھا ۔ جہاں لوگ اسے استاد کر کے حضرت مسیحؑ کو مخاطب کرنے کا ذکر ہے ۔ اگر کسی مولوی نے خلاف بولنا چاہا ۔ تو وہی لوگ اسے ڈانٹ دیتے ۔ ایک مولوی آیا ۔ جو بڑا باثر سمجھا جاتا تھا ۔ اس نے ذرا نادرجب باتیں کیں ۔ تو تعلیم یافتہ لوگوں نے ڈانٹ دیا ۔ اور کہدیا کہ ایسی بے ہودہ باتیں نہ کرو ہم تمہاری باتیں سننے کے لئے نہیں آئے ۔ اسپر وہ چلا گیا ۔ اور لوگ معذرت کرنے لگے ۔ کہ وہ بے وقوف تھا ۔ اس کی کسی بات پر ناراض نہ ہوں ۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی ۔ پھر

منارۃ البیضاء

کا بھی عجیب معاملہ ہؤا ۔ ایک مولوی عبدالقادر صاحب سید ولی اللہ شاہ صاحب کے دوست تھے ۔ ان سے میں نے پوچھا کہ وہ منارہ کہاں ہے ۔ جس پر تمہارے نزدیک حضرت عیسیٰ نے اُترنا ہے ۔ کہنے لگے ۔ مسجد اموی کا ہے ۔ لیکن ایک اور مولوی صاحب نے کہا کہ عیسائیوں کے محلہ میں ہے ۔ ایک اور نے کہا ۔ حضرت عیسیٰ آکر

خود بنائیں گے۔ اب ہمیں حیرت تھی۔ کہ وہ کونسا منارہ ہے۔ دیکھ تو چلیں صبح کو میں نے ہوٹل میں نماز پڑھائی۔ اس وقت میں اور ذوالفقار علی خان صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب تھے پیچھے میرے پیچھے دو مقتدی تھے۔ جب میں نے سلام پھیرا تو دیکھا سامنے منار ہے۔ اور ہمارے اور اس کے درمیان صرف ایک سڑک کا فاصلہ ہے۔ میں نے کہا۔ یہی وہ منار ہے۔ اور ہم اس کے مشرق میں تھے۔ یہی وہاں سفید منارہ تھا۔ اور کوئی نہ تھا۔ مسجد اموی والے منار نیلے سے رنگ کے تھے۔ جب میں نے اس سفید منارہ کو دیکھا۔ اور پیچھے دو ہی مقتدی تھے۔ تو میں نے کہا کہ وہ حدیث بھی پوری ہو گئی۔

کہتے ہیں ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ خدا نے ابتدا سے ہی ایسے اسباب پیدا کئے کہ خاص اشارات ظاہر ہونے لگے جہاز میں دوست میرے آگے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاز کا ڈاکٹر آیا۔ اور ہمیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے سب کو گنا۔ گننے کے بعد تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ

مسیح اور اس کے بارہ حواری

ایسے فقرات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ پھر میں سمجھتا ہوں کہ

مساجد مذہبی ترقی سے بہت بڑا تعلق رکھتی ہیں

وہ مساجد نہیں۔ جو ضد کی وجہ سے دس بیس قدم کے فاصلہ پر بنائی جائیں۔ بلکہ وہ جو محض خدا کی عبادت کے لئے بنائی جائیں۔ وہ جماعت کی ترقی کا پیش خیمہ ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:- ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکاً وھدی للعالمین (۳-۹) کہ دنیا میں گھر پہلے بنا ہی مسجد کے ذریعہ شروع ہوا۔ اور خدا نے یہ بھی کامیابی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس سفر میں خدا نے

لنڈن میں مسجد

بنانے کی بھی توفیق دی۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ انگلستان میں پہلے ایک مسجد ہے مگر وہ ایک عیسائی نے بنائی ہے۔ جو ووکنگ کی مسجد ہے۔ اور غیر مبایعین کے ہاتھ میں ہے۔ جو اسس علی التقویٰ نہیں ہے۔ پس پہلی مسجد انگلستان میں ہماری ہی ہے۔ جس کی بنیاد مسلمان نے رکھی ہے۔ اس پر یہ

کتبہ

لگایا گیا ہے:-

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ✣ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۰

میں میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ جس کا مرکز قادیان پنجاب ہندوستان ہے۔ خدا کی رضا کے حصول کے لئے اور اس غرض سے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر انگلستان میں بلند ہو اور انگلستان کے لوگ بھی اس برکت سے حصہ پاویں جو ہمیں ملی ہے۔ آج ۲۰ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو اس مسجد کی بنیاد رکھتا ہوں۔ اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمام جماعت احمدیہ کے مردوں اور عورتوں کی اس مخلصانہ کوشش کو قبول فرمائے۔ اور اس مسجد کی آبادی کے سامان پیدا کرے۔ اور ہمیشہ کے لئے اس مسجد کو نیکی تقویٰ۔ انصاف اور محبت کے خیالات پھیلانے کا مرکز بنائے۔ اور یہ جگہ حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت احمد مسیح موعود نبی اللہ بروز و نائب محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نورانی کرنوں کو اس ملک اور دوسرے ملکوں میں پھیلانے کے لئے روحانی سورج کا کام دے اے خدا تو ایسا ہی کر۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء"

اور ہم نے ساری جماعت کی خوشی کے لئے ایک طرف میری اصلی تحریر کا فوٹو اور دوسری طرف انگریزی ترجمہ گھروں میں رکھنے کے لئے تیار کرایا ہے۔ جو احباب دفتر بکڈپو تالیف قادیان سے منگا سکتے ہیں (قیمت ۲ آنے)

خدا کی قدرت ہے۔ میری ایک نظم تھی جس میں مسجد بنانے کا ذکر ہم ہم کے ساتھ تھا۔ یعنی اس کا بنانا میری طرف منسوب تھا۔ آخر خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ اور اس مسجد کی بنیاد رکھ دی گئی۔

اس سفر میں

سلسلہ کی عظمت

کا جو اثر ہوا۔ اس کو الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔ جس کسی علاقہ سے ہم گذرے وہاں سے یہی آواز آئی۔ کہ ہم آپ کو جانتے ہیں۔ ہالینڈ میں چودہری ظفر اللہ خان صاحب گئے۔ ایک شخص کو تبلیغ کر رہے تھے۔ سلسلہ گفتگو میں میرا فوٹو نکالکر دکھایا۔ وہ کہنے لگا۔ یہ تصویر میں نے دیکھی ہوئی ہے۔ برلن سے ماسٹر مبارک علی صاحب نے ایک اخبار بھیجا جس نے سارے صفحہ پر میری پورے قد کی تصویر شائع کی ہے امریکہ میں بھی تصویر چھپ رہی ہے۔ اسی طرح اٹلی میں۔ بغداد میں اور دیگر ممالک میں تصویریں اور مضامین شائع ہوئے۔ اور اس ذریعہ سے شہرت ہوئی۔ آتے ہوئے جہاز میں سوئٹزرلینڈ کے قنصل کی بیوی بھی تھی۔ ہمارے دوستوں سے اس کی گفتگو ہوئی۔ جب فوٹو دکھایا گیا تو کہنے لگی۔ یہ تو دیکھا ہوا ہے۔ پوچھا کس طرح تو اس نے کہا کہ سینما میں۔ غرض اسقدر شہرت ہو گئی ہے۔ کہ اب ہمارا بچہ بھی چلا جائے تو سمجھیں گے کہ اس کے پیچھے زبردست جماعت ہے۔ چنانچہ اس کا پتہ اس طرح معلوم ہوا۔ کہ کابل کے خلاف پروٹسٹ کے جلسہ میں تین پادری شامل ہوئے جو بہت با اثر تھے۔ ایک نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ وہ وقت آتا ہے۔ جبکہ حکومتیں احمدیوں کے قبضہ میں ہونگی۔ اسوقت یہ لوگ جو بنی نوع انسان کے لئے تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ ان کی نسلیں دیکھیں گی اور فخر کریں گی۔ کہ ہمارے باپ دادے وہ تھے کہ لوگ انہیں بات بھی نہ کرنے دیتے تھے۔ اور انہیں قتل کرتے اور ہر قسم کے دکھ دیتے تھے۔ آج ہم ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں بادشاہ ہیں۔ اسی طرح پروفیسر براؤن جو عربی اور فارسی کے عالم ہیں۔ ان کے ملنے کے لئے شیخ عبد الرحمن صاحب مصری۔ حافظ روشن علی صاحب اور مولوی عبد الرحیم صاحب درد جنہیں اب بھی بعض لوگ رحیم بخش کہتے ہیں بھیجا تو وہ کہنے لگا پہلے سمجھا تھا کہ کانفرنس مذاہب چند پاگلوں کے خیال کا نتیجہ ہے مگر جب آپ لوگوں کے حالات اخبارات میں پڑھے۔ تو افسوس ہوا کہ میں اس میں شامل ہونے سے محروم رہا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کے سلسلہ کی کتابیں پڑھوں گا۔ اس نے بتایا کہ آج ۱۱ بجے سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں حالانکہ ۳ بجے ملاقات کا وقت مقرر تھا۔ وہ آمد و رفت کا کرایہ دینے کے لئے اصرار کرتا رہا۔ اور بڑی محبت سے اس نے رخصت کیا۔

پھر

مسجد کے موقعہ پر

ایسے ایسے لوگ آئے۔ کہ جن کی امید نہ تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے شاہی کارروائی ہوتی ہے۔ اور مختلف سلطنتوں کے وزراء آتے ہیں۔ بعض کی بعد میں چٹھیاں آئیں کہ افسوس ہم مجبوری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔ ایک اخبار نے مجمع کی تصویر شائع کی۔ اور لکھا کہ افسوس ہمارا قائم مقام شامل نہ ہو سکا۔ مگر کارروائی شائع کی جاتی ہے۔ ایک سلطنت کے نمائندہ نے مبلغ مانگے۔ ایک اور نمائندہ نے یہ تحریر کا نمونہ مانگا۔ حالانکہ بڑے آدمیوں کے لئے مانگنا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے دو کاپیاں دی جائیں ایک اپنے دوست کو دوں گا۔ اور ایک اپنے ملک کی یونیورسٹی کو۔

زیکوسلوفیا کے قائم مقام پر حیرت ہی ہو گئی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ بڑا مغرور ہے۔ مجھے دیکھ کر جب وہ ملا تو اس نے بتایا۔ فلاں ہوں۔ اور کہنے لگا کہ میں بہت بد قسمت ہوں کہ یہ عمر آ گئی۔ اور مذہب کے متعلق کچھ نہیں سنا۔ اور آج پہلا دن ہے۔ کہ یہ باتیں سنی ہیں ایک پادری تھا کہنے لگا۔ میں بہت خوش قسمت ہوں۔ کہ آج اسلام کے متعلق یہ بیان سن لیا۔ وہ آخر تک کھڑا ہی رہا۔ جب اسکو موقعہ ملتا۔ مجھ سے بات کرنے لگ جاتا۔ اس نے اپنے پتہ کا کارڈ دیا۔ اور کہا کہ میری عزت افزائی ہو گی۔ اگر قبول کیا جائیگا۔ اور حالات سلسلہ معلوم کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ گویا جس طرح خدا قلوب کو کھول دیتا ہے۔ اس طرح کی حالت تھی۔ پھر جیسا کہ مولوی شیر علی صاحب نے اشارہ کیا ہے۔

پریزیڈنٹ جلسہ کانفرنس

نے تین چار دفعہ کہا۔ اور گھر میں بھی آ کر کہا کہ اسلام زندہ مذہب ہے

اور سلسلہ احمدیہ اس کا زندہ ثبوت ہے۔

میں نے اس سفر میں جو اصول تبلیغ تجویز کئے ہیں۔ انہیں سے کچھ مولوی عبدالرحیم صاحب درد کو لکھ کر دے آیا ہوں۔ اور کچھ لکھ رہا ہوں۔ فی الحال بیان کرنے مناسب نہیں۔ کیونکہ بعض سے دشمن فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

وہاں کے لوگوں میں عجیب

محبت کا جوش

دیکھا۔ جب ہماری واپسی کی تیاری ہونے لگی۔ تو کئی لوگ سوال کرتے کہ یہاں ٹھہرتے کیوں نہیں۔ اور جب میں کہتا کہ مرکز سلسلہ میں کام ہے تو جیسے سوکنوں کا رشک ہوتا ہے۔ کہتے کیا آپ ہندوستان کو ہمارے ملک کی نسبت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس کا میں یہی جواب دیتا کہ چونکہ خدا نے ہندوستان میں سلسلہ کا ہیڈ کوارٹر بنا دیا ہے۔ اس لئے جانا ضروری ہے۔ واپس آتے ہوئے رستہ میں ایک

امریکہ کا خط

ملا ہے جس میں لکھا ہے۔ کیا انگلستان ہم سے زیادہ مستحق ہے کہ خدا کا پیغام سنے۔ اور ہم نہ سنیں۔ کیا وہی اس بات کا مستحق تھا کہ وہاں سے ظلمت دور ہو۔ اور ہم مستحق نہیں۔ کیا آسمانی پانی اسی کے لئے تھا ہمارے لئے نہیں۔ اسی طرح کے کئی فقرے اس نے لکھے ہیں۔

غرض ہر طرف عجیب قسم کا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ آج ہی کٹنگ آئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بعد بھی تذکرہ ہو رہا ہے۔ پیرس پہنچنے کا بھی تار ولایت کے اخباروں میں چھپا ہے۔

میرے نزدیک اس سفر سے بڑے بڑے فوائد کے علاوہ جنمیں بعض کا ذکر مولوی شیر علی صاحب نے کیا ہے۔ بعض

چھوٹے فوائد

بھی ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ میرے سفر پر جانے پر کئی

نئے شاعر

پیدا ہو گئے ہیں۔ خصوصاً ہماری ہمشیرہ شاعرہ ہو گئی ہیں۔ یہ بھی علمی ترقی ہے۔ دوسرے یہ بھی علمی ترقی کی علامت ہے کہ

الفضل کا خاص نمبر

شائع ہوا ہے۔ پہلے ہمارے اخبارات کے جو خاص نمبر شائع ہوتے وہ تو ایسے خاص بلکہ اخص ہوتے کہ شاید ہی کوئی ان سے مزا حاصل کرتا ہو۔ مگر الفضل کے اس پرچہ میں اچھی اچھی نظمیں اور مضامین شائع ہوئے ہیں۔ یہ بھی پہلے کی نسبت ترقی ہے۔

میں نے اس سفر پر جاتے وقت کہا تھا کہ احباب نام لکھ دیں۔ ان کے لئے دعا کی جائیگی۔ چنانچہ دوستوں نے نام لکھ دئے۔ اس تحریک میں سب سے زیادہ حصہ بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کا ہے۔ جو روز سب کے نام لکھ کر دیدیتے۔ اور یوں بھی یاد دلاتے رہتے۔

میں نے نیت یہ کی تھی کہ ۱۰ دفعہ کم از کم اس سفر میں احباب کے لئے دعا کروں گا۔ مگر خدا کے فضل سے پچاس بلکہ اس سے بھی زیادہ دفعہ دعا کرنے کا موقعہ ملا۔ اور جنھوں نے نام نہیں لکھوائے تھے۔ انکو بھی چھوڑا نہیں بلکہ

سب کے لئے دعا

کرتا رہا ہوں۔

اس سفر سے دو بڑے اہم سوال بھی حل ہو گئے۔ اور انکی وجہ سے سب سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ایک تو یہ کہ کہا جاتا کہ

مغرب میں مسیح موعود کا ذکر

سم قاتل ہے۔ مگر ہم پر اس سفر کی وجہ سے یہ کھلا ہے کہ سوا حضرت مسیح موعود کے ذکر کے مغرب کی مرضوں کا کوئی علاج ہی نہیں۔ وہ لوگ پرانی چیزوں کو لاش کی طرح سمجھکر اسی طرح چیرتے پھاڑتے ہیں جس طرح مردہ کو چیرا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ تو تازہ چیز کو دیکھنے اور اسی کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ جہاز کا ہی واقعہ ہے۔ ہمارا ہم سفر ایک بہت بڑا تاجر تھا جو میرے ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھا کرتا تھا۔ میں نے اُسے ٹیچنگز دیا۔ کہ پڑھو۔ دوسرے دن کہنے لگا۔ میں نے پڑھا ہے۔ مگر میرا ایک سوال ہے۔ اور وہ یہ کہ کیا آپ جیسا سنجیدہ اور روشن دماغ انسان بھی یہ خیال کر سکتا ہے کہ

الہام ہو سکتا ہے

میں نے کہا کہ میرا سنجیدہ اور روشن دماغ ہونا ہی مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں تسلیم کروں۔ الہام ہوتا ہے کہنے لگا۔ کس طرح؟ میں نے کہا۔ دیکھو اگر سورج نکلا ہوا ہو۔ اور ایک شخص دکھا دے تو یہی کہیں گے کہ نکلا ہوا ہے۔ اسی طرح اگر حضرت مرزا صاحب یہی کہتے کہ الہام ہوتا ہے۔ اور نہیں دکھاتے تو ہم کہہ سکتے تھے۔ کہ ان کو غلطی لگ گئی ہے۔ مگر انہوں نے کہا کہ اگر اسلام کی تعلیم پر عمل کرو گے۔ تو تمہیں بھی الہام ہو سکتا ہے۔ پھر ہم نے اس پر عمل کیا۔ اور ہمیں الہام ہوا۔ اب ہم کیونکر اس کا انکار کر سکتے ہیں۔ یہ سنکر وہ کہنے لگا۔ تو یہ

بڑے غور کی بات

ہے۔ گویا وہ حضرت مسیح موعود کی کتاب کو پڑھ کر تو متاثر نہ ہوا کیونکہ اس نے آپ کی زندگی نہ دیکھی تھی۔ مگر میرے ساتھ کلام کر کے اس طرح نہیں رہ سکتا تھا کیونکہ مجھے وہ دیکھ رہا تھا۔ پس مغرب کے لوگوں میں کوئی چیز اگر یقین پیدا کر سکتی ہے تو وہ نمونہ ہے اور اس شخص کے حالات جس کو دیکھا ہو۔ کچھ ہندوستانیوں سے گفتگو ہوئی کہنے لگے۔ کیوں نہ کہا جائے کہ مرزا صاحب کے دماغ میں نقص تھا۔ میں نے کہا۔ کیا تم میرے دماغ میں نقص سمجھتے ہو کہنے لگے نہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی الہام ہوتے ہیں۔ اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے۔ تو لوگوں پر

سب سے زیادہ اثر کرنیوالی بات

یہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ مداری کی طرح نہیں آئے تھے۔ کہ تماشہ کر کے چلے گئے۔ بلکہ وہ فیوض جو انہیں حاصل تھے ہمارے لئے بھی چھوڑ گئے۔ اسی سفر پر جاتے وقت میں نے لکھا تھا۔ کہ بعض رنج دہ اور افسوسناک باتیں مجھے بتائی گئی ہیں چنانچہ ان چار ماہ میں اس قدر افسوسناک واقعات ہوئے ہیں کہ اگر گذشتہ دس سال کے ایسے واقعات کو جمع کیا جائے۔ تو بھی اس قدر نہیں ہو سکتے۔ سفر شام کے متعلق بھی میں نے رویا دیکھی تھی۔ کہ ساتھیوں کو کچھ مشکلات پیش آئی ہیں۔ چنانچہ جب حیفہ آئے۔ تو عرفانی صاحب اور چوہدری فتح محمد صاحب بھائیوں کو ملنے کے لئے چلے گئے۔ حالانکہ آدھ گھنٹہ تک گاڑی آنے والی تھی۔ اور وہ آخری گاڑی تھی۔ جس کے ذریعہ جہاز پر پہنچ سکتے تھے۔ مگر وہ چلے گئے۔ اور پھر گاڑی سے رہ گئے۔ حیفہ کے گورنر نے سپیشل گاڑی کے ذریعہ انہیں بھجوایا۔ اور ہر طرح مدد کی۔ مگر اس گاڑی کا انجن خراب ہو گیا۔ اور وہ رہ گئے۔ اور ثابت ہو گیا کہ باوجود کوشش اور سعی کے وہ بات پوری ہوئی جو مجھے بتائی گئی تھی۔ اور ظاہری سامان بیکار ثابت ہوئے۔

یہ نظارے ہیں۔ جنھوں نے اس سفر میں بھی یقین دلا دیا کہ حضرت مسیح موعود کے تعلق سے وہ باتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ جن کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعویدار تھے۔

دوسرا سوال یہ حل ہوا۔ کہ میں اس خطرہ کو اپنے دل میں لے کر گیا تھا۔ کہ یورپ اسلام کی ننگی تعلیم کو قبول نہیں کر سکتا۔ اور آیا اس یقین کے ساتھ ہوں۔ کہ یقیناً قبول کر سکتا ہے۔ ایسی باتیں جن پر اہل یورپ اعتراض کرتے ہیں۔ جب حقیقی شکل میں معقولیت کے ساتھ ان کے سامنے بیان کی گئیں۔ تو وہ ان کی صداقت کا اعتراف کرتے۔ گو ساتھ ہی یہ بھی کہتے۔ کہ ابھی ہم ان کو قبول نہیں کر سکتے۔ سوسائٹی اور رسم و رواج کی وجہ سے انہیں قبول کرتے ہوئے ڈر آتا ہے۔

غرض اس سفر میں ایسی کامیابی حاصل

ہوتی ہے کہ جو

انسانی وہم وخیال

سے بالا تر ہے۔ اور جس بات کی طرف میں سرزمین ہند پر قدم رکھتے ہوئے جماعت کو توجہ دلاتا آیا ہوں۔ اور آج بھی دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ساری کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ اور وہی حقیقی شکریہ کا مستحق ہے۔ اور

جماعت کو تیار ہوجانا چاہیئے

کہ خدا نے جو بیج بویا ہے۔ اس کی آب پاشی کریں۔ یہ بیج میسر نہ آسکتا تھا۔ اگر ہم اس سفر کے بغیر کوشش کرتے رہتے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ایسے سامان کر دیئے۔ کہ بیج میسر آگیا۔ اب جب کہ بیج اس نے دیا ہے۔ اگر ہم اپنے اعمال اور قربانیوں کا پانی نہیں دینگے تو بار آور نہیں ہوگا۔ کیا کوئی بیج بغیر پانی کے اگ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اس بیج کے متعلق سمجھنا چاہیئے۔ میں نے اس مجلس شوریٰ میں جس میں سفر یورپ کا سوال پیش ہوا تھا۔ کہا تھا۔ کہ اگر سفر کیا گیا تو پھر ان ممالک کی طرف بہت توجہ کرنی پڑے گی۔ اور بہت سا روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت ہوگی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں جاؤں۔ بیج بویا جائے۔ اور پھر آب پاشی نہ کروں۔ اور بیج کو بھی ضائع کردوں دیکھو۔ جو زمیندار دانہ بو کر پانی نہیں دیتا۔ اس کا بویا ہوا دانہ بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ مگر جو پانی دیتا ہے۔ وہ وہی دانہ نہیں لاتا۔ جو بوتا ہے۔ بلکہ اس سے بیسیوں گنے زیادہ لاتا ہے۔ پس بیج بونے کے بعد اس کی حفاظت اور آب پاشی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ خود سمجھ لو۔ کہ جو بیج ساری دنیا میں بکھیرا گیا۔ اس کے لئے کتنے پانی اور کس قدر نگہداشت کی ضرورت ہے؟

پس اس سفر میں جو کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ وہ

آئندہ قربانیوں کا پیش خیمہ

ہیں۔ یہی وہ پیغام ہے۔ جس کی طرف میں نے آج مبہم اشارہ کیا تھا اور یہی وہ پیغام ہے۔ جس کی طرف میں اس وقت جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ جماعت کو اب پہلے کی نسبت بیسیوں گنا زیادہ کام اور زیادہ قربانیاں کرنی چاہئیں۔ اب کام بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ بیج اس قدر وسیع علاقہ میں پھیلایا گیا ہے۔ کہ ہم اسے پانی نہیں دے سکتے۔ اور انتہائی زور لگا کر بھی نہیں دے سکتے۔ مگر یہ

خدا تعالیٰ کی سنت

ہے۔ کہ جب کوئی جماعت اس کے رستہ میں اپنا پورا زور اور ساری قوت صرف کر دیتی ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ اپنی طرف سے تائید اور نصرت بھیج کر وہ کام کر دیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے

کسی کو کوئی کہے۔ تمہارے پاس جتنے پیسے ہیں۔ وہ دیدو۔ باقی میں اپنے پاس سے ڈال کر تمہیں فلاں چیز لے دوں گا۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے۔ جو بندے اپنا سب کچھ دے ڈالتے ہیں۔ ان کی کمی خدا پوری کر دیتا ہے۔ لیکن جو اپنے پاس رکھے۔ اسے خاص مدد نہیں دیتا۔

حضرت خلیفہ اولؓ رضی اللہ عنہ

سناتے۔ کہ ایک ہندوستانی ایک عرب کے پاس گیا۔ اور جا کر کہا۔ میں بہت بھوکا ہوں۔ اور میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ مجھے کچھ کھانے کو دو۔ اس کا تربوز کا چھوٹا سا کھیت تھا۔ جس میں سے اس نے سب اچھے اچھے تربوز اسے کھلا دیئے۔ جب وہ کھا چکا۔ تو اسے کہا کھڑا ہوجا۔ اور اس کی تلاشی لی۔ ہندوستانی کو اس پر بہت تعجب ہوا۔ اور اس نے کہا۔ یہ تم نے کیا کیا۔ عرب نے کہا۔ میں نے جو کچھ تمہیں کھلایا۔ وہ تو مہمان نوازی کے فرض کو ادا کیا۔ لیکن چونکہ یہ کھیت میرے بال بچوں کے لئے سال کی خوراک تھی۔ دوسا کے پاس میں تربوز لے جاتا۔ اور گذارہ چلاتا۔ اب یہ فصل ماری گئی ہے اس لئے میں نے تلاشی لی۔ کہ تا معلوم کروں۔ تو نے سچ کہا ہے۔ یا جھوٹ۔ اگر سچ ثابت ہوگیا تو خیال کرلینا۔ کہ اگر کھیت اجڑ گیا ہے۔ تو کیا ہوا۔ ایک مہمان کی تو جان بچائی۔ لیکن اگر ایک پیسہ بھی تمہارے پاس سے نکل آتا۔ تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ کہ تو نے اسے بچایا۔ اور میرے بیوی بچوں کا قاتل بنا۔

خدا تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے اسی رنگ میں سلوک کرتا ہے۔ جب وہ اس کی راہ میں اتنی قربانی اور اس قدر ایثار کریں۔ کہ ان کے پاس کچھ نہ رہے۔ تو پھر خواہ کروڑوں کروڑ روپیہ کی ضرورت ہو۔ خود مہیا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر قربانی میں کسر رہے۔ تو خدا کی نصرت بھی نہیں آتی؟

پس میں آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ اس سفر میں جو کامیابیاں ہوئی ہیں۔ ان کے

شکریہ کو عملی جامہ

پہنائیں۔ اس وقت جو مالی مشکلات درپیش ہیں۔ انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔ اب پہلے سے بھی زیادہ توجہ۔ اخلاص محبت اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے جماعت کو ابھی سے کوشش شروع کر دینی چاہیئے؟

آخر میں مضمون ختم کرنے سے پہلے میں اس

سفر کے ساتھیوں کے متعلق

بھی یہ اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جہاں تک ان سے ہوسکا۔ انہوں نے کام کیا۔ انسانوں سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ اور ان سے بھی ہوئی ہیں۔ میں ان پر بعض اوقات ناراض بھی ہوا ہوں۔ مگر میری ناراضگی کی مثال ماں باپ کی ناراضگی کی سی ہے۔ جو ان کی اصلاح اور اس سے بھی زیادہ پر جوش بنانے کے لئے ہوتی ہے۔ مگر انہوں نے اچھے کام کئے اور بڑے اخلاص کا نمونہ دکھایا ہے۔ اور میرے نزدیک وہ

جماعت کے شکریہ کے مستحق

ہیں۔ خصوصاً اس لئے کہ میرے جیسے انسان کے ساتھ انہیں کام کرنا پڑا۔ جب کام کا زور ہو۔ تو میں چاہتا ہوں۔ کہ انسان مشین کی طرح کام کرے۔ نہ اپنے آرام کا اسے خیال آئے۔ نہ وقت بے وقت دیکھے۔ جب اس طرح کام لیا جائے۔ تو بعض اوقات اچھے سے اچھے کام کرنے والے کے ہاتھ پاؤں بھی پھول جاتے ہیں۔ مگر انہوں نے اخلاص سے کام کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ حق رکھتے ہیں۔ کہ ان کے لئے خصوصیت سے دعائیں کی جائیں۔ پھر میں سمجھتا ہوں۔

ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیرؔ

خصوصیت سے جماعت کی دعاؤں کے اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ واقفیت کی وجہ سے انہوں نے اس سفر میں بہت کام کیا ہے۔ ان کے اندر بعض کمزوریاں ہیں۔ لیکن میرا تجربہ ہے۔ کہ وہ اکیلے چار پانچ آدمیوں کا کام کرتے ہیں۔ بشرطیکہ گھبرا نہ جائیں۔ اور جب گھبرا جائیں۔ تو پھر ایک آدمی کا کام بھی نہیں کرسکتے۔ ان کی وجہ سے بھی سلسلہ کے کاموں میں بہت کچھ مدد ملی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ

برادرانہ حسن سلوک

کے خلاف ہوگا۔ اگر میں اس۔ پہلے۔ موقعہ پر جو مجھے اظہار خیالات کا اس سفر کے بعد ملا ہے۔ ان کی خدمات کا اظہار نہ کروں۔ ان کی غلطیاں میں بیان کرتا رہا ہوں۔ اور اب بھی میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان میں بعض کمزوریاں ہیں۔ مگر اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے۔ کہ مجھے ان کی خدمات کا اعتراف نہیں ہے۔ ان کی غلطیاں تربیت کا نقص ہے۔ مگر اخلاص میں کوئی کمی نہیں۔ اور اخلاص کے لحاظ سے تو جماعت کا کوئی فرد چن لیا جائے۔ وہ ایسا

اعلیٰ نمونہ

پیش کرے گا۔ جو قابل رشک ہوگا۔ مگر ابھی تربیت کی کمی ہے۔ گویا ہمارے پاس ہیرے موجود ہیں۔ مگر انہیں تراشنے کی ضرورت ہے اخلاص تو ہماری جماعت کے ہر فرد میں

حضرت مسیح موعود کی قوت قدسی

کی وجہ سے ایسا ہے۔ کہ جو پہاڑ کی طرح ہے۔ اور کوئی چیز

اسے جنبش نہیں دے سکتی۔ مگر تربیت کی نہایت ہی ضرورت ہے تاکہ آئندہ نسلیں اس نقص سے محفوظ ہو جائیں۔ اور یہ کام وقت چاہتا ہے۔ مجھے اگر خدا تعالےٰ نے موقعہ دیا۔ تو میں ورنہ جب خدا چاہے گا۔ یہ کام ہو جائیگا۔ اور اس وقت ایک ایک آدمی بیس بیس آدمیوں کا کام کر سکے گا۔

اس وقت میں نے اہم باتیں نہیں چھیڑیں۔ کیونکہ یہ خوشی کا جلسہ ہے۔ اور سنجیدہ باتیں دوسرے موقعہ پر بیان کی جائینگی اس وقت تو اوپر اوپر کی باتیں بیان کی ہیں۔

اب میں

دعا

کرتا ہوں۔ کہ جو کوتاہیاں اس سفر میں ہم سے ہوئی ہیں۔ خدا انہیں معاف کرے۔ اور جو کوتاہیاں تم سے پیچھے ہوئی ہیں۔ انہیں بھی معاف کرے۔ دین و دنیا میں کامیاب فرمائے۔ اخلاق اور عادات میں تربیت حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ ہمیں مکمل انسان بنائے۔ اور ایسے مکمل جیسا کہ اس کی منشاء ہے۔ کہ انسان ہوں۔ اور جیسا کہ قرآن کریم کی تعلیم چاہتی ہے۔ اس دنیا میں اور آخرت میں اسکی رحمت کے سایہ کے نیچے رہیں۔ وہ کبھی ہم سے ناراض نہ ہو۔ ہم اس کے ہوں۔ اور وہ ہمارا ہو۔ ہمیں اس سے محبت ہو۔ اور اسے ہم سے۔ ہمیں اس سے ایسا پیار ہو۔ جس کی کوئی نظیر نہ ہو۔ اور اس کو بھی ہم سے ایسا پیار ہو۔ کہ دنیا کی کسی قوم کو وہ ہم پر ترجیح نہ دے (آمین)

حضرت خلیفۃ المسیح کو مبارکباد کے تار

حسب ذیل اصحاب کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو بخیر و عافیت بمبئی پہنچنے پر مبارکباد کے تار پہنچے۔ (۱) سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ سیالکوٹ۔ (۲) سید انعام اللہ شاہ صاحب سیالکوٹ (۳) مولوی عبد العلی صاحب وکیل حیدر آباد دکن (۴) جماعت احمدیہ چکوال (۵) اصغر خاتون شنگھیر (۶) جماعت احمدیہ شاہجہانپور (۷) مرزا ناصر علی صاحب امیر جماعت احمدیہ فیروزپور (۸) عبد اللہ خانصاحب جالندھر (۹) ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب امرتسر (۱۰) قاضی اکمل صاحب قادیان (۱۱) احمدی متعلمان میڈیکل سکول امرتسر (۱۲) ہیڈ ماسٹر صاحب مدرسہ احمدیہ قادیان (۱۳) میاں محمد شفیع صاحب شیخ ... (۱۴) محمد حیات خانصاحب پنشنر تحصیلدار حافظ آباد (۱۵) انجمن احمدیہ برہمن بڑیہ بنگال (۱۶) مولوی عبد الماجد صاحب بھاگلپور (۱۷) احمدیہ ٹریڈنگ کمپنی حیدر آباد (۱۸) جناب عبد الواحد صاحب بٹالہ (۱۹) احمدی متعلمان زمیندار کالج کپورتھلہ (۲۰) ڈاکٹر شاہ نواز صاحب سیالکوٹ (۲۱) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ قادیان۔ (۲۲) چوہدری ابو الہاشم صاحب چیسرا (۲۳) حکیم فضیل احمد صاحب شنگھیر۔ (۲۴) حضرت مولوی شیر علی صاحب قادیان (۲۵) حکیم محمد حسین قریشی لاہور (جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے) (۲۶) محترمہ سارہ خاتون صاحبہ بھاگلپور (۲۷) بابو محمد یوسف صاحب لاہور (۲۸) انجمن احمدیہ طالب پور ضلع گورداسپور (۲۹) میاں نذیر احمد صاحب لاہور (۳۰) انسپکٹر کا ایجنیٹ البوسی ایشن لاہور۔ (۳۱) بابو برکت علی صاحب دہلی (۳۲) ہیڈ ماسٹر صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان (۳۳) ڈاکٹر سید حبیب اللہ شاہ صاحب کیمبل پور (۳۴) بابو عبد الحلیم صاحب دہلی (۳۵) ڈاکٹر محمد عمر صاحب بریلی (۳۶) بابو عبد المجید صاحب کلارک برنائی۔ (۳۷) صوفی محمد ابراہیم صاحب بی۔ ایس سی امیر المجاہدین۔ آگرہ

خطبہ جمعہ

(جو ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح نے بمقام چیشم ملیس پڑھا)

عبودیت ہی حقیقی حریت ہے

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

انسانی اعمال اور انسانی حالتوں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ انسان ایسے حالات میں گھرا ہوا ہے۔ جن کی موجودگی میں صحیح اور حقیقی طور پر اس کی رائے آزاد رائے نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ حقیقی آزاد رائے حاصل کرنے کے لئے حقیقی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

صوفیا کہتے ہیں۔ کہ ہر ایک چیز میں ایک دور پایا جاتا ہے جس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ راستہ بدل کر چکر کھا کر پھر اسی جگہ پر آجاتی ہے۔ جہاں تک غور کیا جاتا ہے۔ انسانی ترقی کا بھی یہی معیار ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یولد علے الفطرۃ کہکر یہی بتایا ہے۔ کہ انسان آزاد پیدا ہوا ہے۔ فطرۃ اور اسلام کے یہی معنے ہیں۔ کہ وہ خدا کی کامل فرمانبرداری اور سچی خواہشوں کو لے کر پیدا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ گرد و پیش کے حالات اس پر اثر ڈالتے ہیں۔ پیدائش کے وقت وہ آزاد فطرت لے کر آتا ہے۔ پھر ارد گرد کے انسانوں کے خیالات اعمال اور طرح طرح کے حالات رنگ بدل بدل کر اور اس پر اثر ڈال کر اپنے رنگ میں رنگین کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بلوغت کے زمانہ تک جب اس میں شعور اور رائے پیدا ہوتی ہے۔ وہ ہزاروں کڑیوں میں مبتلا۔ اور اسیر ہو جاتا ہے۔ چھ مہینے چار سال دس سال تک وہ آزاد نہیں ہوتا بلکہ یہ کہنا چاہیئے۔ کہ کوئی رائے ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ رائے کا وقت بلوغت کیساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور جب یہ وقت آتا ہے۔ اور اس عمر تک پہنچتا ہے۔ تو وہ غلام ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ کہنے کو تو کہدیتا ہے۔ کہ میں آزاد رائے رکھتا ہوں۔ لیکن اس نظارہ کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس کی کوئی آزاد رائے نہیں ہوتی۔ ۹۹ فی صدی ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہماری رائے آزاد ہے۔ ہم میں حریت ہے۔ مگر سچ یہ ہے۔ کہ آزادی رائے یہ حریت لفظوں سے آگے نہیں ہوتی۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ کہ ایک شخص جیل میں ہو۔ اور جب اس کو کہا جاوے۔ کہ تو جیل سے باہر نکل آ۔ اور وہ یہ کہے۔ کہ میں جیل سے باہر نہیں آتا۔ اس لئے کہ میری رائے آزاد ہے۔ اور اس آزادی رائے کا یہ فیصلہ ہے۔ کہ جیل سے نہ نکلوں۔ تو کون عقلمند اس کو آزادی رائے کہیگا یہ غلامی ہے۔ یہ اسیری ہے۔ اسی طرح ایک انسان جو حقیقت سے دور ہے۔ وہ آزادی رائے کہکر حقیقت سے دور ہو جاتا ہے۔ آزادی رائے تب ہو گی۔ کہ وہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا نہ ہوتا۔ وہ زنجیریں جو بچپن سے دوسروں کی رائیں سننے سے اور ان کے اثر سے پیدا ہوئی ہیں۔ وہ زنجیریں جو مختلف نظاروں کے دیکھنے اور کانوں کے ذریعہ بہت سی باتیں سننے ایک اثر اس کی فہم و فراست پر چھوڑ گئی ہیں۔ اور اس وقت سے یہ اثر پیدا ہو رہا ہے۔ جب اس نے فہم و ذکا سے حصہ نہ لیا تھا۔ لیکن جب اس کو کہا جاتا ہے۔ کہ اس معاملہ میں غور کرو اور سوچو کہدیتا ہے۔ کہ میں حریت رائے کا پابند ہوں۔ دوسروں کی رائے کا پابند نہیں۔ میں دماغی غلامی نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ ہزارہا زنجیروں میں گرفتار اور پابند ہے۔ لیکن اگر وہ سوچنے لگتا ہے۔ اور فکر کرتا ہے۔ کہ فی الحقیقت میری رائے ارد گرد کے حالات اور اثرات کا نتیجہ ہے۔ مجھ کو خود خالی الذہن ہو کر فکر کرنا چاہیئے۔ تو وہ ان غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر آزادی کی طرف آتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ مجھے صرف ان خیالات یا اعتقادات کو محض اس لئے نہیں مان لینا چاہیئے۔ کہ مجھے ورثہ میں ملے ہیں اور یا میرے ہم نشینوں کی صحبت کا اثر ہیں۔ تو وہ پھر

فطرۃ اسلام پر لوٹتا ہے

اور یہی وہ دور ہے۔ جس کی طرف صوفیا اشارہ کرتے ہیں۔ اور یہ دور روحانی ترقیات میں بھی آتا ہے۔ اور اسی دورہ کے بعد انسان ترقی کے مدارج شروع کرتا ہے۔ پس اہم سوال یہ ہے کہ ہم یہ سوچیں۔ اور فکر کریں۔ کہ کیا ہم غلامی کی قید اور زنجیروں میں تو مبتلا نہیں۔ جو محض انسان کے ان خیالات کا نتیجہ ہیں۔ جو ارد گرد کے حالات اور اثر نے پیدا کئے ہیں۔ اور اگر ایسا ہے۔ تو کیا طریق ہے۔ کہ ہم اس قید سے آزاد ہوں؟

بظاہر یہ ایک مشکل سوال ہے۔ اور ایسا سوال ہے۔ کہ اس کا حل نظر نہیں آتا۔ اور جب تک حل پیدا نہ ہو۔ دنیا کی نجات کا حل بھی نہیں ہو سکتا۔ میں سچ کہتا ہوں۔ لوگ کبھی کسی صحیح عقیدہ پر جمع نہ ہونگے۔ جب تک یہ کڑیاں دور نہ ہوں۔ جب تک اس طوق و سلاسل میں انسان گرفتار ہے۔ وہ حقیقی طور پر حریت حاصل نہیں کر سکتا۔

کوئی ایسی پیدائش تو نظر نہیں آتی۔ کہ انسان ۱۸ یا ۲۰ سال کی

عمر میں پیدا ہو۔ جب کہ عقل اور شعور کی قوتیں نشوونما پا رہی ہوں اور اس میں فکر و عقل پیدا ہو چکی ہو۔ مگر وہ ان قیود سے آزاد ہو۔ جو اردگرد کے حالات کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ انسان پیدا تو آزاد ہوتا ہے۔ اور جب رائے کا وقت آتا ہے۔ اس وقت تک غلام ہو چکا ہوتا ہے۔

بظاہر یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ایسے گھر میں ہو۔ جہاں نیک اور متقی لوگ ہوں۔ اور ان کے خیالات کا اثر اور ان کے اعمال و افعال کی تحریکیں اس پر ہوتی رہی ہوں۔ اور وہ ان اثرات کے ماتحت نیک بھی ہو۔ لیکن میں پھر بھی اس کو آزاد نہیں کہتا۔ کیونکہ وہ نتیجہ انہیں گرد و پیش کے حالات کا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص غلام ہو کر بھی اعلیٰ رائے رکھتا ہو۔ اور [illegible] ہوگا۔ مگر غلامی کی قید سے آزاد نہیں۔ اور

اس کو حریت نصیب نہیں

آزاد رائے تب ہی ہوگی۔ جب خود تحقیق کر کے صحیح نتیجہ پر پہونچا ہو اس کے لئے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ شریعت اسلامی نے ایک نکتہ بتایا ہے کہ آزادی رائے کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ راز سورۃ فاتحہ میں بیان کیا گیا ہے۔

اگر غور کیا جاوے۔ کہ دنیا کی ساری غلامیاں کس طرح پیدا ہوئی ہیں۔ تو اس کی ایک ہی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ انسان کے ذاتی فوائد اور خود غرضی کا نتیجہ غلامی ہوتا ہے۔ وہ اپنے مطلب کے مطابق دوسرے لوگوں کو ڈھالتا ہے۔ اور ہر ایک یہی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کا اتباع یا ایسے لوگوں کا اثر غلامی کی تحریص پیدا کرتا ہے۔

پس آزادی اور حریت کا کوئی ذریعہ ہے۔ تو ایک ہی ہے۔ کہ دنیا یا کم از کم خدا پرست لوگوں کے دلوں میں یہ بات پیدا کی جاوے کہ جب تک تحقیق کا موقعہ نہ ملا ہو۔ اپنے خیالات کو اپنے خیالات نہ سمجھے اور اپنے معاملات کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہم سے کوئی فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا۔ سب چیزیں اسی کی محتاج ہیں۔ اور اسکو کسی کی غلامی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے سورۃ فاتحہ میں فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔

پس جب انسان اپنے خیالات کو خدا کے سپرد کر کے تحقیق کا ایک دروازہ کھولتا ہے۔ تو اس کی غلامی کی زنجیریں ٹوٹنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور اس میں حقیقی عبودیت کا مفہوم پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور وہ سچے معنوں میں عبداللہ کہلاتا ہے۔ اگرچہ عبداللہ کے معنے بھی اللہ کا غلام۔ مگر اس غلامی کی وہ حقیقت نہیں۔ جو انسانی غلامی کی ہے۔ اس لئے کہ انسان دوسرے کو غلام بناتا ہے۔ اپنے فوائد اور اغراض کے لئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی غلامی اس کو ہر قسم کی غلامی سے آزاد کر کے صحیح معنوں میں حریت عطا کرتی ہے۔ اور اسی کو عبودیت کہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے

سر بر سنے تو کہ رہائی دریں گرفتاری است (عرفانی)

بلکہ اگر زیادہ غور کیا جاوے۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دراصل گو ادب ایسا کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر مفہوم کو واضح کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ خدمت تو خدا کرتا ہے۔ اور وہ خدمت مجبوری کی نہیں۔ بلکہ محبت اور فضل کی ہے۔ جیسے ماں کرتی ہے۔ وہ سب بچہ کی محبت کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح خدا (جس نے ماں کو بھی اس لئے پیدا کیا۔ کہ وہ بچہ کی محبت سے خدمت کرے) کی خدمت جس کا نام ربوبیت ہے۔ محبت اور رحم کا نتیجہ ہے۔ ورنہ حقیقتاً ہمارے تمام فوائد اس نے خود اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں۔ اور اس کے رحم اور فضل کے بغیر ہم زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ پس عبداللہ کا لفظ کامل حریت اور آزادی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

اب یہ بات صاف ہوگئی۔ کہ کامل حریت عبودیت الٰہی میں ہے پس اگر یہ مسئلہ تمام دنیا کو سکھا دیا جاوے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ تمام مذاہب میں جو خدا کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ یکساں ہے۔ کہ

تمام انسانوں کو ہر امر کا فیصلہ خدا سے جاننا چاہیئے

تو دنیا میں حقیقی حریت پیدا ہو سکتی ہے۔ تم خود عبداللہ بنو۔ اور پھر اسی مقام عبودیت کی طرف دنیا کو لاؤ۔ تب نہ صرف تم آزاد ہوگے بلکہ دنیا کو آزادی کی طرف لانے والے بھی ہو جاؤ گے۔

عالم سے عالم اور فلاسفر سے فلاسفر بھی یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ فلاں خیال میں نے خود پیدا کیا ہے۔ جب اس کی تحقیقات کی جاوے گی۔ تو وہ اردگرد کے حالات اور اثرات کا نتیجہ ہوگا۔ بہت ہی کم ایسے خیال یا انسان ثابت ہوں گے۔ جنہوں نے خدا سے سیکھا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے ہدایت پانے کے لئے اور صحیح علم حاصل کرنے کے لئے سورہ فاتحہ میں بتایا ہے اھدنا الصراط المستقیم اور خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو بھی آزادی کا عطیہ دینے کے لئے قرآن مجید میں یہ وعدہ کیا ہے

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

پس یاد رکھو۔ کہ کامل آزادی اس سے پیدا ہوتی ہے۔ کہ انسان کامل طور پر اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دے۔ کہ یا اللہ مجھے علم نہیں۔ کہ کون سے خیالات کس نے ڈالے۔ مدرسہ والوں نے یا محلہ والوں نے یا کسی اور نے۔ اس لئے

اھدنا الصراط المستقیم

تو آپ ہی آزادی کا راستہ دکھا۔ [illegible] جو تحقیق کے لئے [illegible] ہوا ہو۔ کیونکہ تو ہی جانتا ہے۔ کہ جو خیالات پیدائش سے لوگوں نے اب تک ڈالے ہیں۔ یا ملک کی پیداوار اور آب و ہوا۔ ماں۔ باپ۔ احباب یا دوسرے حالات کا نتیجہ ہیں۔ ان میں کوئی امتیاز اور فرق نہیں کر سکتا۔ اس لئے تو آپ مجھے سچائی اور حقیقت کی راہ دکھا۔

پس حقیقی آزادی کا ایک ہی علاج ہے۔ کہ خدا کی طرف جھک جاؤ۔ یہی قرآن سکھاتا ہے۔ اور عقل سلیم یہی تعلیم دیتی ہے کہ اگر خدا ہے۔ اور ضرور ہے۔ تو اسی راہ سے آزادی نصیب ہو سکتی ہے۔ ورنہ حریت اور آزادی رائے کا دعویٰ اس قیدی سے بڑھ کر نہیں۔ جو جیل سے نہ نکلنے کا نام آزادی رائے رکھتا ہے۔ اور یہ طریق ایسا طریق ہے۔ کہ جس کی کامیابی یقینی ہے۔ جیسا کہ

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

میں وارد ہے۔ حقیقی آزادی کی یہی ایک راہ ہے۔ کہ خدا سے دعا مانگے۔ اسی پر گھمنڈ کر کے نہ بیٹھ جاوے۔ کہ میری رائے آزاد ہے۔ میں نے کھول کر بتا دیا ہے۔ کہ آزادی رائے کا دعویٰ ایک خیالی دعویٰ ہے۔ ایسی رائے غلامی کی رائے ہے۔ بلکہ میں کہونگا کہ غلامی سے بھی بدتر اس لئے کہ غلام جانتا ہے۔ کہ میں غلام ہوں مگر یہ نہیں جانتا۔ کہ میں غلام ہوں۔ اور غلام ہو کر اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ کہ ہم سب اس حقیقت کو سمجھیں۔ اور وہ ہم کو بھی آزادی عطا فرماوے۔ جسے کو میں عبداللہ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہوں۔ اور اس طرح پر ہم کو وہ مقام عطا کرے جو عبودیت کا مقام ہے۔ جہاں تمام برکات اور فضل نازل ہوتے ہیں اور آزادی اور نجات ملتی ہے۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی آمد اور پیغام صلح

ہم عموماً غیر مبائعین سے تعلق رکھنے والی ہر اہم خبر درج کرتے رہے ہیں۔ لیکن اسکے مقابلہ میں غیر مبائعین کا جو افسوسناک رویہ ہے۔ اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی سفر یورپ سے واپسی کی خبر پیغام صلح (۲۰ر نومبر) میں بایں الفاظ درج کی گئی ہے۔

"مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سیاحت لنڈن کے بعد ۲۱ نومبر کو امرتسر پہنچے آپ ریلوے سٹیشن کے بالمقابل چونگی خانہ کے ساتھ والے ہوٹل میں مقیم ہیں اور ایک آدھ دن یہیں قیام رکھیں گے"

معلوم نہیں یہ خبر پیغام صلح نے خود گھڑی ہے۔ یا اسکے ذرائع معلومات ہی ایسے ہیں جنہیں صداقت اور حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نہ ۲۱ نومبر امرتسر پہنچے۔ نہ آپ کسی ہوٹل میں ٹھہرے۔ اور نہ آپکا ارادہ ایک آدھ دن وہاں ٹھہرنے کا تھا۔ پیغام صلح اگر اپنے دل میں حضور کی کامیاب اور بامراد واپسی کا ذکر کرنے کی گنجائش نہیں پاتا تھا۔ تو اسے یہ سراسر غلط اور بے بنیاد شائع کرنے سے بھی احتراز کرنا چاہیئے تھا۔ م

ح۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ سپیشل ٹرین پر ۲۳ نومبر کی رات کو امرتسر ریلوے سٹیشن پر پہنچے تھے۔ سٹیشن پر بہت بڑے مجمع نے استقبال کیا۔ اور اسی جگہ ایڈریس پیش کیا گیا۔ قریباً ایک گھنٹہ کے بعد حضور کی سپیشل گاڑی بٹالہ کو روانہ ہوگئی۔ اور حضور رات بٹالہ ٹھہر کر صبح دارالامان رونق افروز ہوئے۔

اشــــــــتہارات

کان

کان کی تمام بیماریاں نیٹ۔ بہرہ پن کم سننے۔ آوازیں ہونے۔ درد۔ زخم درحم خشکی۔ پردوں کی کمزوری۔ بچوں بڑوں کے کان بہنے۔ نزلہ وغیرہ پردہ بلیب اینڈ سنز دہلی بھیت کا روغن کرامات وہ شرطیہ دوا ہے جس پر انگریزی ڈاکٹر تک شیدا ہیں۔ بیس سال تک کے بیمار اصلی صحت پا چکے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ چار آنہ (عہ) اعتبار نہ ہو تو یہاں تشریف لاکر علاج کرائے۔ دمہ اور مرگی کا بھی شرطیہ علاج کیا جاتا ہے۔ دھوکہ بازوں سے ہوشیار ہو کر عقل سے کام لیں۔ اپنا پتہ صاف لکھئے۔ ہمارا پتہ یہ ہے:۔ بہرہ پن کی دوا۔ بلیب اینڈ سنز دہلی پیلی بھیت یوپی

اعلان

ایک لڑکی جوان پرائمری پاس احمدی قوم مراسی کے لئے ایک نیک بخت برسر روزگار احمدی قوم مراسی لڑکے کی شادی کے لئے ضرورت ہے۔ درخواست کنندہ حالات معلوم کرنے کے لئے قاضی راکمل صاحب سے خط و کتابت فرماویں:

راقم

م۔ا۔قادیان

اللہم انت الشافی

جوہر شفاء۔ نئی زندگی

یہ خشک سفوف ہے۔ جس کا تجربہ دس سال تک کیا گیا ہے۔ پرانا بخار دکھانسی خشک یا تر بلغم خون آتا ہو سل کے کیڑوں کو فنا کرتا ہے۔ تپ دق کو جس سے حکیم و ڈاکٹر بھی عاجز ہوں۔ مرد عورت سب کو یکساں مفید۔ قیمت نہایت کم۔ جو سو روپے کو بھی مفت۔ فی تولہ عہ علاوہ محصولڈاک۔ جو ایک ماہ کو کافی ہے۔ حکیموں کو بھی اس کا مطب میں رکھنا ضروری ہے۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ ہوتا ہے

المشتہر:۔ الیس عزیز الرحمٰن قادر بخش انجینیر قادیان

پیٹ کی جھاڑو

یہ نسخہ حضرت مسیح موعود کا بتایا ہوا ہے۔ جو امراض شکم خاصکر قبض کیلئے بہت مفید ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ پیٹ کی جھاڑو ہے۔ آپ کے والد صاحب مرحوم نے اسی نسخہ کو ستر برس کی عمر تک استعمال کیا اور قبض اور پیٹ کی صفائی کیلئے بہت مفید پایا۔ اس لئے کم از کم اس کی یکصد گولیاں احباب کے پاس ضرور ہونی چاہئیں۔ تاکہ ایسے موقعوں پر کام آویں۔ صرف ایک گولی شام کو سوتے وقت نیم گرم پانی یا دودھ کے ہمراہ استعمال فرمالیں۔ انشاء اللہ قبض دور ہو جائے گی۔ قیمت فیصد معہ محصول عہ

عزیز ہوٹل قادیان

سرمہ نور

برسوں کی دھند۔ غبار۔ جالا۔ پھولا۔ دونوں کے استعمال سے اور نظر کا تنگ جانا۔ خارش وغیرہ وغیرہ دونوں کے استعمال سے دور ہو جاتی ہے۔ اور اس کا روزانہ استعمال آئندہ اچانک پیدا ہو جانیوالی امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ)

جوارش عنبری

نہایت قیمتی و ہردلعزیز اجزا کی

مشک خالص۔ ورق طلا۔ نقرہ۔ مرجان۔ فولاد۔ وغیرہ وغیرہ سے تیار کی جاتی ہے۔ اس کے سامنے ہزاروں یاقوتیاں اور مقویات ہیچ ہیں۔ دماغی محنت اور جسمانی تکان کو دور کر کے از سر نو چستی پیدا کر کے کام کے لائق بنا دیتی ہے۔ معدہ کو قوت دیتی اور بھوک خوب لگاتی ہے۔ ودھ گھی کو ہضم کر کے رنگت چہرہ کو سرخ کمزور کو توانا۔ لاغر کو فربہ۔ حافظہ کو مقوی۔ عقل کو تیز کرتی ہے۔ اور لطف یہ کہ عورتوں۔ مردوں۔ بوڑھوں سب کے لئے مفید ہے۔ (نوٹ) پورے فوائد فہرست منگوا کر ملاحظہ فرمالیں۔ قیمت پانچ تولہ چار روپیہ (اللعہ) ادویات ملنے کا پتہ:۔ منیجر شفاخانہ رفیق حیات قادیان (پنجاب)

دنیا میں بے نظیر تحفہ حب اٹھرا

اٹھرا کیا ہے

جن کے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یا مردہ پیدا ہوں یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہو۔ اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اور طب میں اسقاط حمل کہتے ہیں۔ اس مرض کے لئے مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب حب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ یہ گولیاں آپ کی مجرب و مقبول و مشہور ہیں۔ یہ ان گھروں کا چراغ ہیں۔ جو اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن کر پیارے بچوں سے خالی تھے۔ اور وہ مایوس انسان جو اولاد زندہ نہ رہنے کے باعث ہمیشہ رنج و غم میں مبتلا تھے۔ وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان لاثانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت۔ اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا۔ صحیح سلامت مضبوط پیدا ہو کر طبعی عمر پانے والا۔ والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک دل کی راحت ہو گا۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ (عہ) شروع حمل سے اخیر رضاعت تک قریباً چھ تولہ خرچ ہوتی ہیں۔ جو ایکدفعہ منگوانے پر فی تولہ ایک روپیہ (عہ) لیا جائیگا۔

المشتہر:۔

عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

لوگ موتیوں کے سرمہ کے گرویدہ ہیں

اس لئے کہ یہ ضعف بصر۔ ککرے۔ خارش چشم۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ پڑبال۔ ابتدائی موتیا بند۔ غرضیکہ آنکھوں کی جملہ بیماریوں کیلئے اکسیر ہے۔ اس کا استعمال آنکھوں کو عینک سے نجات دلانے کے علاوہ آئندہ بیماری سے محفوظ و سلیم رکھتا ہے۔ قیمت فی تولہ عہ محصولڈاک علاوہ۔ پانچ تولے کے خریدار کو محصولڈاک معاف۔ لاکھ شہادتوں کی شہادت ملاحظہ ہو

جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان:۔ جناب علامہ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب مبلغ بلاد یورپ و جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ فرماتے ہیں۔ کہ موتیوں کا سرمہ میں نے ککروں کے واسطے استعمال کیا۔ اور بہت مفید پایا"

ملنے کا پتہ

منیجر کارخانہ موتیوں کا سرمہ نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

حافظ سخاوت علی احمدی پروپرائٹر

احمدیہ واچ ایجنسی شاہجہانپور
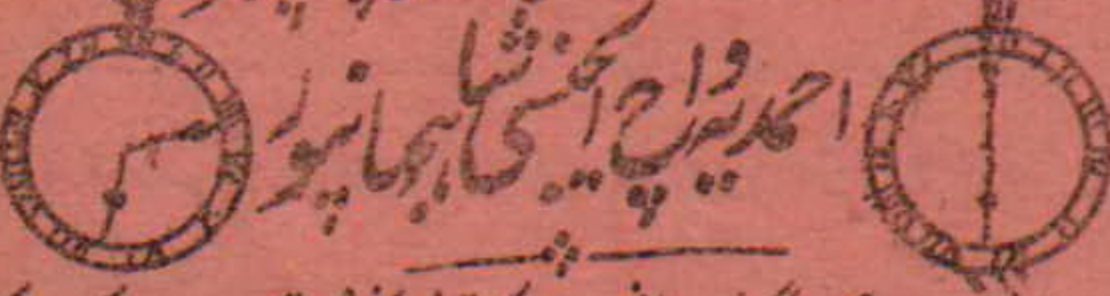
جلسہ سالانہ قریب ہے۔ اگر خدا نے شمولیت کی توفیق بخشی۔ تو احباب یاد رکھیں۔ کہ نئی گھڑیاں بھی ودستی اور نئے و اعلیٰ ہم سے ملیں گی۔ احباب اپنی پرانی مرتب طلب گھڑیاں بھی لیتے آویں۔ اور فرصت میں ہمیں دکھلا دیں۔ نیز مرمت شدہ گھڑیاں اپنی یاد کر کے ہم سے لے لیں:

ضرورت ہے

احمدی نوجوان قوم دوبار ترکھان پنجابی تعلیم یافتہ لاہور گوجرانوالہ امرتسر کے ضلعوں میں سے ہو اور سابقہ شادی شدہ نہ ہو۔ لڑکی نوجوان عمر سولہ سالہ پرائمری پاس قرآن شریف پڑھی ہوئی کیلئے نکاح کی ضرورت ہے۔ حسب استطاعت ہو گا۔ خط و کتابت بنام الفضل کی جاوے: بنام۔ ن۔ عـ ۱۲۸۸

ضرورت ہے

(۱) ہر جگہ کے احمدی تاجران کی جو بھوپال میں اپنی تجارت کو فروغ دینا چاہیں۔ (۲) ایسے سرمایہ دار احمدی احباب کی جو کم از کم یکصد روپیہ ایک نفع بخش کام میں لگانا چاہیں۔

مفصل حالات از جنرل سپلائنگ ایجنسی بھوپال

ضرورت ہے

میرے ایک احمدی دوست قوم قریشی متوطن سیالکوٹ زراعت پیشہ صاحب جائیداد بمشاہرہ ۵۰ (؟) ماہوار ہیڈ ماسٹر سکول ہیں۔ پہلی بیوی فوت ہو جانیکی وجہ سے نکاح ثانی کے خواہاں ہیں۔ مفصل حالات پتہ ذیل سے دریافت فرماویں:۔

میاں غلام قادر مدرس ایانگر کلاں ڈاکخانہ لبانوالہ براستہ شاہدرہ ضلع شیخوپورہ

(باہتمام عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی، پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر شائع ہوا)